ARYA MUSAFIR
G. K. U.

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۶۰

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

آریہ مسافر

جلد ۱۴ | بابت ماہ پوہ سمت ۱۹۷۲ بکرمی مطابق دسمبر ۱۹۱۵ء | نمبر ۳

فہرست مضامین

آریہ پریس جالندھر شہر میں باہتمام لالہ امرناتھ صاحب گھنہ چھپ کر شائع ہوا

قابل دید کتابیں جن کی قیمت میں خاص رعایت کی گئی ہے

تاریخی کتابیں

- دھرم ویر ورشن ۸ر ۵
- رانا پرتاپ ۸ر ۴
- تانتیا بھیل ۸ر ۴
- مہاراجہ رنجیت سنگھ ۸ر ۳
- رابنسن کروسو کی زندگی ۸ر ۴
- رانا سانگا ۴ر ۱ر
- سوامی دیانند ۸ر
- ہر دیو مصنفہ شمیم ۸ر
- شری پرکاش دیوی ۵
- سیواجی ۴ر ۲ر
- ایڈورڈ ہفتم ۸ر ۲ر
- مہاراجہ امر سنگھ ۸ر ۲ر
- گرو ہرجی خورد
- شیوا جی گوکھلے ۸ر
- کشتری ویر
- مہابھارت کلاں
- سوانح عمری گرو
- مہابھارت خورد
- رامائن کلاں
- رامائن خورد

یوگ درشن

- سوانح عمری مسٹر گوکھلے ۱ر
- رباب ہند ۸ر
- سوامی رام تیرتھ ۴ر
- راجا ٹوڈرمل ۴ر ۱ر
- بیربل ۴ر ۱ر
- سری کرشن جی ۴ر
- محمد صاحب
- مہارانی سنجوگتا
- برت دھرم کا ذکر
- چنچل کماری ۸ر ۲ر
- رانی کیسر ۸ر
- ساوتری دیوی ۸ر
- نل دمینتی ۴ر
- بیرناری
- نورجہاں و جہانگیر ۸ر
- پدمنی
- گیتا وریتی
- دندنے
- نظم

متفرق کتب

- یجروید اردو
- ویشیشک درشن ۸ر
- سانکھیہ درشن
- منوسمرتی کلاں
- منوسمرتی خورد
- بھاگ بھری ۵ر ۴ر
- بھاگوت گیتا تقطیع کلاں ۴ر ۲ر
- بھاگوت گیتا گٹکا ۵ر ۳ر
- مصنفہ الکھدھاری ۶ر
- اپدیش آسان جمع کردہ
- اپدیش مالا ۵ر
- گیت کا برشن
- خدا کی ہستی کا ثبوت ۴ر
- اصول تجارت ۶ر
- تربیت اطفال ۴ر
- عقل کے کرشمے ۸ر ۴ر
- آنند کی سیڑھی ۱ر
- طریق الحکمت مجلد
- مخزن مفردات مجلد ۱۲

باقیات بھارت سافر

- انگریزی بول چال خورد ۳
- کلاں
- گھر کا درزی اردو ۲
- صابون سازی ۱۲
- رسم و رواج ۱۳
- سروپ پرکاش ۸ر
- آتما پرماتما ۸ر
- عورت کی تعلیم ۸ر ۴
- روحانی روشنی ۴ر ۳

علاوہ ان کے ہر ایک قسم کی کتب بازار سے ارزاں مل سکتی ہیں

دیوانچند مالک کتب خانہ ڈی سی گجراتی لوہاری دروازہ لاہور

آریہ پریس جالندھر شہر میں باہتمام لالہ امرناتھ صاحب کھنہ چھپکر شائع ہوا

آریہ مسافر

بابت ماہ پوہ سمت ۱۹۶۷ء

اچھوت ہندؤں کا اودّھار

(از شریمان راؤ بہادر مہاشے آتما رام جی امرتسری ایجوکیشنل انسپکٹر بڑودہ اسٹیٹ)

وید کی کتھا کا اُبھاؤ

بھاگوت۔ راماین۔ گیتا۔ مہابھارت۔ گرڑ پران۔ ایکادشی مہاتم آدی کی کتھا کہیں کہیں پنڈت لوگ کرتے ہیں پر جو

سناتن دھرم

کے مول روپی وید گرنتھ ہیں ان کی کتھا کہیں پر سننے میں نہیں آتی۔ کئی پنڈت کہتے ہیں کہ وید بنا بھاشیہ اور انگ اپانگ کے نہیں سمجھ سکتے بڑے کٹھن گرنتھ ہیں اس کی کتھا کیسے کریں؟ پرنتو اس میں دوش کس کا ہے ان پنڈتوں کا جو وید کو انگ اپانگ سمیت پڑھنے کا یتن نہیں کرتے۔ استو! پھر پرشن ہوتا ہے کہ اس سمے بھاشیہ ویدوں پر ملتے ہیں۔ ایک تو شری ساین آچاریہ جی کا اور دوسرے مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی کا۔ تیسرے مہی دھرہ اور چوتھے پروفیسر میکسمولر کا

کس بھاشا سے انوسار وید کی کتھا کریں؟ کس بھاشا کو مانیں اور کسکو تلانجلی دیں؟ اگر انہوں نے ویدوں کے انگ پڑھے ہوتے تو کبھی ایسا نہ کہتے۔ دیکھو ویدوں کے چھ انگ ہیں اور چھ اُپ انگ اربھات

(۱) سکھشا
(۲) کلپ
(۳) ویاکرن
(۴) نرکت
(۵) چھند
(۶) جیوتش

(۱) ویشیشک
(۲) نیائے
(۳) سانکھیہ
(۴) یوگ
(۵) پورو میمانسا
(۶) اُتر میمانسا

جو ویدوں کے چھ انگ اور چھ اپانگ کو پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا ہے اسکو کسی بھی ایک بھاشا کے جاننے کی ادھک اپیکشا نہیں۔ آریہ رشی کیول ست کے ماننے والے تھے انکا کتھن ہے کہ ست سے پرے کوئی دھرم نہیں ہے اسلئے ہمیں بھی ست کو ہی ماننا چاہئے۔ بھی دہر سائن دیانند اور میکسمولر کی بھاشوں میں اگر ہمیں ست ملے تو ہم لے سکتے ہیں اگر ست نہیں ملتا تو وہ انش جو است ہے ماننے یوگیہ نہیں اگر ہم کیول انگ اپانگ گرنتھوں پر ہی نربھر رکھیں تو بھی کام چل سکتا ہے۔ ان بھاشیہ کاروں نے جہاں تک ان سے بن سکا انگ اپانگوں کی سہایتا لی ہے اور جہاں تک ان کے بھاشا ان انگوں اور اپانگوں کے انوکول ہو سکیں وہاں تک ہی ماننے چاہئیں۔

انگ اپانگ سونیک ویدک گیان کے بھاشا ہیں اور ایسے اُپورو بھاشا کہ جس میں پکشپات کا نام تک نہیں اور جن سے پراچین اور پرانے بھاشا برتھوی پر مل نہیں سکتے۔ کیا ہوا اگر ہمنے ان انگ اپانگ گرنتھوں کو سمپورن نہیں پڑھا تو بھی ان کے کچھ واکیہ بھی ہمارے من میں بس جائیں تو ہمیں وید ارتھ سمجھنے کی کسقدر لوگتا ہو سکتی ہے۔ ہم وید کی کتھا کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہم کہہ

سکتے ہیں کہ کسکا بھاش وید کا ستھیارتھ بھاش ہے اور کسکا نہیں۔

پہلا نیم نروکت جو وید کا ایک انگ ہے اس سے نرکتے کیا ہے کہ وید کے شبد یوگک اتھوا یوگ روڑھی ہوتے ہیں پرنتو روڑھی نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وید میں جو بھی شبد ملتے ہیں وہ دھاتو سے بنے ہوئے اور ان ارتھوں کو پرکاش کرنے والے ہیں جیسے وید میں

गणानां त्वा गणपति हवामहे

گنپتی شبد آیا ہے تو اس کے ارتھ اس گنپتی کے نہیں ہو سکتے جسکو شیو کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ لیکن گن نام سموہ کا ہے اسکا جو پتی ہو۔ ارتھات ایشور وغیرہ اس کے ارتھ ہونگے۔ وید میں اگر کہیں شیو۔ کرشن آدی شبد آئیں تو ان کے ارتھ شوالک کے مہاراجہ ترشول دھاری شری شو جی مہاراج کے نہیں۔ اور دوارکا دھیش شری کرشن چندر جی مہاراج کے نہیں پرنتو ان کے دھاتو وں سے جو ارتھ نکلیں وہی ہونگے۔ ارتھات شو کے ارتھ کلیان کرنیوالے کے اور کرشن کے ارتھ کالے کے اور آکرشن کرنے والے کے۔

اس نیم کے انوسار وید میں کسی منش وشیش کا اتی ہاس ہو ہی نہیں سکتا۔ سرشٹی کے پدارتھوں اور سرشٹی کے نیموں کا ہی برنن پایا جاتا ہے اس بات کی سچائی ایک حد تک یوروپ کے پنڈت بھی ماننے لگ گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ویدوں میں ہوا آب پانی مٹی بارش سورج چندر ا تیادی دیوی شکتیوں کا برنن ہے اور کیوں نہ ہوں جبکہ وہ سرشٹی کے بودھک ہیں تو ضرور ان میں سرشٹی کے پدارتھوں اور دیوی شکتیوں کا برنن ہونا ہی چاہیئے۔ ویدوں کا یہ گورو ہے کہ اُس میں کسی بھی رشی منی آدی کی کتھا ہو ہی نہیں سکتی۔

دوسرا نیم ویدک شبد روڑھی نہیں اور اسی لئے ان میں اتی ہاس نہیں یہ بات سمجھ لینے کے پشچات ویدک ارتھ کرنے کا ایک اور نیم سمجھ لینا چاہیئے اور وہ یہ ہے جس کو کہ ایک اپانگ گرنتھ کے کرتا ارتھات ویشیشک درشن

کے رچنے ہارے مہرشی کناد نے بتلایا ہے کہ

"بدھی پورا واکیہ کرتر وید ے"

ارتھات وید کی واکیہ کرتی بدھی پوشنک ہے - یا یوں کہو کہ وید میں کوئی بات ایسی نہیں جسکا ترک کھنڈن کر سکے - اسی بات میں پرتھوی بھر کے مت متانتر وید ترا سے ہو جاتے ہیں - دیگر گرنتھوں میں وشواس کرلو تمہاری پستک میں جو لکھا ہے اسکو ست سمجھ لو - وید میں ایسے اندھے وشواس کی ضرورت نہیں اگر جی چاہے تو وید منتروں پر وچار کرو - ترک کرو - سمواد کرو - پھر وید منتر کے ارتھ سمجھ میں آئیں گے پھر پتہ لگے گا کہ وید کے ارتھ تو ست کے ہی بودھک تھے - پھر یہ دوسرا نیم من میں بیٹھے گا کہ وید بدھی اور عقل کے خلاف کوئی بات نہیں کہتے اور کیا مجال ہے کہ عقل کبھی وید کی غلطی نکال سکے - جس طرح ست کی غلطی عقل نہیں نکال سکتی اسیطرح سے وید کی غلطی بھی عقل نہیں نکال سکے گی - پرنتو شرون - منن - ندھی دھیاسن اور ساکشات کار چار دواروں سے وید پر چار کرو

ویدک دہرم ہی Rational or Scientific Religion کہلانے کے یوگیہ ہے ویدک سدہانت ہی Rational Doctrines کہلا سکتے ہیں

تیسرا نیم رشی

جن پرش ستریوں نے اپنی میدہا بدھی دوارہ وید منتروں پر وچار کرکے اپنی بدھی نیتر سے اُس کے گوڑھ ارتھا لو بھو کئے تھے کرتے ہیں اور کریں گے اُنکو نروکت کارنے رشی کی پدوی دی ہے رشی لوگ منتر درشٹا ہوتے ہیں - منتروں کے یتھارتھ تتو کو بدھی میں الو بھو کرنے والے رشی ہوئے ہیں جسطرح راجاؤں کا بل سینا اور شستر ہے اسی طرح رشیوں کا بل

میدہا بدھی

ارتھات سوکشم وچار ہیں "یام میدہام دیوگن" اتیادی وید منتروں سے سدھ ہے

کہ رشی لوگ میدھاوی یا جگ ہوتے ہیں ان کا پرم دھن بدھی ہے۔ پس اس سے بھی یہی سدھ ہوا کہ وید کے ارتھ کرنے والے رشی بدھی بل کے بنا وید ارتھ نہیں کر سکتے اسیواسطے نرکت کار نے

ترک کو

ہی رشی مانا ہے۔ یوروپ کے سائنسدان اور فلاسفر اس سے پھولے نہیں سماتے یہ کہتے ہوئے کہ ہم نے ترک کے دوارہ ہی ودیا انتی کی ہے۔ پرنتو یہ بات نئی نہیں۔ بلکہ پرانی ہے۔ ہمارے آریہ رشی بھی ترک کے پیارے تھے منو مہاراج نے اسیواسطے لکھا ہے کہ جو ترک سے انوسندھان (تحقیقات) کرتا ہے وہ دھرم کو پاتا ہے اور نہیں۔

دھرم کیا ہے

ہر ایک ہندو دھرم شبد کو جانتا ہے پرنتو ہر ایک اس کے مرم کو نہیں پہچانتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ پہلے دھرم کا لکھشن سمجھ لیں۔ مہرشی کناد کہتے ہیں کہ جس سے ابھیودے (سانسارک سکھ) اور جس سے مکتی کا سکھ مل سکے وہی دھرم ہے۔ اوہو کیسا سارگربھت اور وچتر لکھشن کیا ہے! جہاز میں چڑھ کر ولائت جانے سے بہت سے سانسارک لابھ پرتیکش ہیں پرنتو ہم جو دھرم کے اس لکھشن کو بھول گئے۔ سمندر یاترا کو ادھرم بتلا رہے ہیں۔ بال بیاہ کرنے سے سنتان کے سنسارک سکھ کی ہانی پرتیکش انوبھو ہو رہی ہے۔ پرنتو ہم جنہوں نے اس مرم کو نہیں پہچانا گھبرا رہے ہیں۔ قریباً چھ کروڑ اچھوت ہندو لوگوں کو جنہوں نے جو ہماری سماج کے پانو کا ٹکڑا اسپرش کہکر باہر پھینک رکھا ہے اور لنگڑی ہی سماج سے سنسار میں ہم کوئی کام ساماجک بل کا نہیں کر سکتے سانسارک ہانی پرتیکش انوبھو کرتے ہیں پرنتو نہیں سمجھتے۔

یہ تو Definition یا دھرم کا لکھشن ہوا اب دھرم کے سادھارن ارتھ سریو آریہ شاستروں میں ڈیوٹی اتھوا کرتویہ کے لئے گئے ہیں۔ مہرشی جیمنی جی نے مانا ہے دھرم ہیں کسی کام کے کرنے کی پریرنا کرتا ہے۔ منو سمرتی کے پڑھنے

سے دہرم کے ارتھ کرتویہ کے ہیں۔ یہ بات سدھ ہو جاتی ہے مثلاً برہمچاریوں کا
دہرم (کرتویہ) کیا ہے۔ گرہست دہرم بان پرستھ دہرم۔ سنیاس دہرم۔ راج دہرم
پرجا دہرم کیا گیا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ

Duties

کے ارتھ میں دہرم شبد مستعمل ہو رہا ہے جب ستری رجسلا ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ
اسکو استری دہرم آرہا ہے۔ یہاں سبھاوک کرم اور سبھاوک ڈیوٹی کے معنوں
میں دہرم مستعمل ہوا ہے۔

کرشن دیو نے اگر گیتا میں یہ کہا ہے کہ ہر ایک کو "سودہرم" زیادہ اچھا سمجھکر پالنا چاہیے
تو اس کا ارتھ سپشٹ یہ ہے کہ ہر ایک پرش کو اپنے کرتویہ پالنے چاہئیں اس سے
کئی لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ شودر کو برہمن کے دہرم دھارن کرنے کے یوگیہ بننا
نہیں چاہئے اور اس لئے جو جہاں جنا ہے وہاں ہی بنا ہے۔ یہ ان کی بھول ہے۔
دہرم کی یوگتا دھارن کرانے کے لئے برہمچریہ آشرم ہے۔ اس آشرم میں شودر اور برہمن
سب منش ماتر کے بچوں کو پرویش ہونے کا ادھکار ہے۔ جب یہ آشرم پورا کر لیں
تب تب اپنے گن کرم انوسار ورن پدوی کو پائیں گے۔ پھر جس ورن میں ہو گئے
اس کے دہرم کو ٹھیک پالنا چاہئے ورنہ گرہست آشرم میں گڑبڑ ہو گی لیکن
اس کا یہ ارتھ نہیں کہ شودروں کو سو دہرم کی یوگتا دھارن کرنے کے لئے برہمنوں
کے سمان ودیالیہ یا گوروکلوں میں شکشا ہی نہیں چاہئے۔ یہ ان کا واکچھل ہے
جو ایسا کہہ بیٹھتے ہیں

دہرم کا نرنیہ کیسے کریں

منو مہرشی نے کیسا اچھا کہا ہے کہ جو دہرم کا نرنیہ کرنا چاہتے ہیں اُنکے
لئے پرم پرمان شروتی ارتھات وید ہے"

ایک استھل پر منوجی کہتے ہیں کہ شروتی۔ سمرتی۔ سدآچار اور آتم تشٹی چار دہرم کے
نرنائک ہیں پرنتو ان سب میں شروتی ارتھات وید کا درجہ اول ہے اور جب ان
چاروں میں اورودھ ہو تب ٹھیک ٹھیک دہرم کا نرنیہ ہم کر سکتے ہیں۔

فرض کرو کہ ہمنے کہیں سے سن لیا کہ
"انتیج سے کبھی مت چھونا"
ہمیں اس وچن کی پریکشا کرنی چاہیے تاکہ ہمکو معلوم ہو سکے کہ انتیج کے ساتھ
چھونے میں ہمارا دھرم "کرتویہ" کیا ہے۔
سب سے پہلے ہم آتم تشٹی کے نیم سے اس کی پریکشا کرتے ہیں اپنے آتما
اور انوبھو وواره وچار کرتے ہیں کہ کیوں انتیج سے نہیں چھونا تو اسکا اتر یہ ملتا
ہے کہ پرایا انتیج میلے ہوتے ہیں اور اس سے یہ سدھ ہو جاتا ہے کہ یدی وہ
میلے نہ رہیں تو پھر ہم چھو سکتے ہیں یا جنہوں نے میلا رہنا چھوڑ دیا ہے انکے
ساتھ ہم چھو سکتے ہیں اور اس اتی رکت جو ہندو بھی میلے ہوں ان سے بھی
تو ہمکو نہیں چھونا چاہیے۔ اتیادی وچار ہمارے آتما کے اندر آتے ہیں ان
سے نشچیہ ہوتا ہے کہ انتیج سے کبھی مت چھونا۔ یہ پورن ہتو یکت وچن نہیں۔
(۲) پھر ہم سدا آچار کی درشٹی سے اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ سدا چار کے
ارتھ تلک لگانے۔ مالا پہننے آدی کی نہیں کنتو ست بات اور ست نیم جو سدھ
ہوں اُن کے اوپر آچرن کرنے کے ہیں۔ رشی مہرشی لوگ جن ست نیموں پر
آچرن کرتے رہے ہیں انپر وچار درشٹی کرتے ہوئے ہمیں پرتیت ہوتا ہے
کہ والمیک رشی انتیج تھے اگر رشی لوگ انکو نہ چھوتے تو وہ کیسے انکو اپنی پاٹھ
شالا میں پرویش کر سکتے۔ اس سے سدھ ہوتا ہے کہ رشی لوگ انتیج کو برابر چھوتے
تھے اور یہی سدا چار کی ساکھشی ہے۔
(۳) وید ارتھات شرتی کیا کہتی ہے۔ وید میں سپشٹ لکھا ہوا ہے کہ
سم گچھدھوم۔ انشا دے جیو بمنہ اتیادی
ارتھات منش کو ملکر بیٹھنا چاہیے انتیج کو نمسکار کرنا چاہیے۔ پس وید بھی اسکا
کھنڈن کرتا ہے۔
پس سدھ ہو گیا کہ "انتیج سے کبھی مت چھونا" یہ بات پورن روپ سے دھرم

کی بات نہیں ہو سکتی۔

اور یہ ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ بدھی کا اور وید اُپدیش کا ازدوش ہے۔ ارتھات وید کے ارتھ بدھی پوشک ہوتے ہیں بدھی ناشک نہیں۔ اتھوایوں سمجھو کہ

شروتی اور آتم تشٹی کبھی دہوکا نہیں دے سکتے

اور انکا سدیو اوردھ ہوتا ہے

سمرتی اور سداچار کوئی الٹا بیان کر سکتا ہے پرنتو بدھی اور وید سے اسکا فرق نکال سکتے ہیں جہاں پر سمرتی آدک شاستروں میں ایک وشئے میں دو مت ہوتے ہیں وہاں پر سدیو وید وچن کے انوسار نرنیہ کیا جاتا ہے اسکو سب پنڈت سویکار کرتے ہیں۔

منوجی کے سمے میں یہ ولیش جگت گورو کہلاتا تھا۔ پرنتو اس سمے ویدوں سے بڑھکر آریہ (ہندو) کسی شاستر کا مان نہیں کرتے تھے۔ رشی شبد کے ارتھ ہی منتر درشٹا کے ہیں۔ یدی منتر نہ ہوں تو ان کے یتھارتھ درشن کرنے والے پھر رشی بھی کہاں سے ہوں؟

اس لئے منوجی نے سچ کہا ہے کہ بھوت۔ بھویشت ورتمان تینوں کالوں میں دہرم اور کرم کا پروردھ وید ہی ہوتا ہے۔ منوجی کے اس وچن سے یہ سدھ ہے کہ ست یگ۔ دواپر۔ تریتا اور کلی یگوں میں وید ہی ایک مانیہ سروپری ہانیہ دہرم گرنتھ ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ ویدک گیان

ممتہ انتھوا سناتن

گیان ہے

وید کیا کہتے ہیں۔　آؤ ہم دیکھیں کہ کتنی ہندو وشیش اسپرش وشے میں وید کیا کہتے ہیں۔

(۱) سب منشیوں کو پرسپر ملنا چاہئے

سب کو سمان بھاشیہ بولنی چاہئے۔

संग च्छ ध्वम

सं वद ध्वं

(۲) یجروید ادھیائے ۱۸ منتر ۴۸

रूचं नो धेहि ब्राह्मणेषु रूचं राजसु नस्कृधि । रूचं विश्ये षु शूद्रेषु मयि धेहि रूचा रूचम

اس میں براہمن سے لیکر شودر تک سب کے لئے کلیان کی برابر پراتھنا سمان کی گئی ہے۔

یجروید ادھیائے ۲۶ منتر ۲

यथेमाम वाचं कल्याणी मावदानि जने भ्यः

اس میں جیسے بھیا شبد منش ماتر کے لئے وید ودیا کے پڑھنے سنانے کا اپدیش ہے۔ اور منتر کے آخری حصہ میں براہمن کھشتری ویش استری شودر اتی شودر وغیرہ سب کو وید کے پڑھنے سننے کا ادھیکار بتلایا گیا ہے۔ یہ واضح ہو کہ جن شبد پشوؤں کا بودھن نہیں کراتا صرف منش ماتر کا۔

(۴) یجروید

सप्त ऋषयः परिहिता शरीरे

سات رشی پرتیک منش کے اندر رہتے ہیں چاہے وہ براہمن ہو یا چنڈال ان رشیوں کے نام یہ ہیں (۱) بدھی (۲) من (۳) پانچ گیان اندریاں

(۵) یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۵

वायुरनिलम मृतमथेदं भस्मान्तं शरीरम । ओ३म क्रतो स्मर क्लिबे स्मर कृतं स्मर ॥

اس میں بتلایا گیا ہے کہ وایو سمان ویگ وان اور سوکھشم سروپی آتما ہر ایک منش کا امرت ہے۔ شریر ہر ایک منش کا بھسم ہونے یوگیہ ہے۔ ارتھات یہ نہیں کہ

شودر کا آتما ناش وان ہو اور برہمن کا امرت۔ نہیں کنتو سب کا سمان ہی ہے
اور شودر اپنچ سے لیکر برہمن تک سب کو دہرم کا ادھیکار سمان ہے اور اس کے
لیے ترکک لونتی کے لیے ہر ایک کو

اوم

سے پرم پوتر شبد کا جپ کرنا چاہیے۔ اور سب کو سمرن رکھنا چاہیے کہ کرم کا پھل
بھگوان سب کو سمان دیتے ہیں یہ نہیں کہ براہمن بھگوان کے لیے اوڈنڈ ہیں
اور شودر نرک گامی

अभयं मित्रादभयम मित्रादभयं ज्ञातादभयं (۷)
परोक्षात। अभयं नक्तम भयं दिवानः सर्वा
आशाम्मम मित्रं भवन्तु॥ اتھرو کانڈ ۱۹ سکت ۱۵ منتر ۶

اس میں وید بھگوان کا اپدیش ہے کہ سرشٹی میں دو پرکار کے منش ہیں ایک
وہ جو تمہارے سہایک ہونے سے تمہارے لئے متر ہیں اور دوسرے وہ جو
تمہارے سہایک نہ ہونے سے تمہارے لیے امتر ہیں۔ پرتم دونوں سے
پریم کیساتھ برتاؤ کرو تاکہ تمکو دونوں سے بھے نہ رہے۔ جو تمہارے نکٹ
ورتی ہیں جن کو تم جانتے ہو اور جو تم سے دور اتھوا پروکش ورتی ہیں ان سب
سے تم پریم کرو دن میں جہاں جہاں تم کام کرتے ہو اور گھر میں رات کو جن کے
پاس تم رہتے ہو ان سب کے لیے تم پریم کرو اور سدیو یہی پرارتھنا کرو کہ مجھ
کی سب دشاؤں کے منش تمہارے متر ہو جائیں۔

جبکہ ہم امترا اتھوا شترو سمجھتے ہیں انکو ہی ہم گھرنا کرتے ہیں اور گھرنا کے یودھ
اور کرم کو ہم اسپرش وغیرہ پرگٹ کرتے ہیں۔ پرنتو وید کسی منش سے بھی
اتھوا اسپرش کرنے کی آگیا نہیں دیتے۔

سربلائی اس ودیا لکھتے ہیں کہ بودھ دیو نے پرتھوی پر اس سکھ کا پرچار

منش ماترسے پریم کرو - اور میکسمولر - مونیئر ولیمس اس بات کی ساکھشی دیتے ہیں کہ بدھ دیو نے یہ دھرم تو نیا ایجاد نہیں کیا - پرنتو پورانے آریوں کا ایسا ہی مت تھا - اور سونیگ بدھ دیو مانتے ہیں کہ ہے لوگو میں تمکو تمہارے پرکھاؤں کا ہی پراچین دھرم سکھاتا ہوں

(دیکھو Ancient India By R.C. Dutta)

پرنتو پراچین آریوں کا وہ پراچین دھرم جس میں کسی بھی منش سے گھرنا - اسپرش اور اپریم کرنے کی سکھشا نہیں دی گئی بلکہ پریم ہی پریم کرنے کا اپدیش ہے وہ یجر وید کے اس پرم پوتر منتر میں پایا جاتا ہے -

दृते दृं॒ह मा मित्रस्य मा चक्षुषा सर्वाणि
भूतानि समीक्षन्ताम् मित्रस्याहं चक्षुषा
सर्वाणि भूतानि समीक्षे ॥ मित्रस्य चक्षु
षा समीक्षामहे ॥

سب منش آدی پرانی مجھ سے مترتا رکھیں - سب منش لوگوں سے میں مترتا کروں اور ہم سب پرسپر متر بنے رہیں -

यत्पुरुषं व्यदधुः कतिधा व्यकल्पयन् (۸)
मुखं ... किमङ्ग पादा उच्येते ॥ यजु ३१-१०

اس منتر میں کلپنا روپ سے پرشن پوچھا گیا کہ مکھ - بھجا - جنگھا اور پاؤں منش جاتی کے کن کو کہہ سکتے ہیں - اس کا اوتر کلپنا روپ الھوا النکار سے اگلے منتر میں دیا گیا ہے کہ -

ब्राह्मणोऽस्य मुखमासीद्
बाहू राजन्यः कृतः । ऊरू तदस्य यद्वैश्यः
पद्भ्यां शूद्रो अजायत ॥ मं० ११

اسمیں Division of work ارتھات کرموں کے وبھاگ سے منش جاتی کو چار ورنوں (ادیکاروں) میں بانٹا گیا ہے - ایک براہمن

دوسرے کھشتری۔ تیسرے ویش اور چوتھے شودر۔

جسطرح براہمن کے اندر پروہت رشی منی تپی یوگی وِدوان آدمی کا سماویش ہوتا ہے اُسی طرح کھشتری کے اندر راجہ۔ مہاراجہ۔ چکرورتی۔ نیاآدھیش۔ سیناپتی آدمی کا سماویش ہوتا ہے۔

اور جس طرح ویش کے اندر کسان۔ بنکر۔ گوالے۔ دوکاندار۔ جولاہے۔ لوہار۔ بڑھئی اور نانا پرکار کے کاریگروں اور شلپی جنوں کا سماویش ہوتا ہے اُسی پرکار شودر کے اندر چپراسی نوکر۔ کہار۔ نائی۔ دھوبی۔ رسویا۔ چمار آدمی سب پرکار کے شودروں کا سماویش ہوتا ہے۔

وید نے اس منتر میں شودروں کو اسپرش نہیں بتلایا۔ بلکہ ایک ہی منش جاتی روپی شریر کے انگ وت کہا ہے۔ اس لئے چمار آدمی شودر اور جنکو آدی دراوڑین جنکو اُسی گجرات میں ڈھال یا۔ ڈھیڈھ مہار کہا جاتا ہے۔ اسپرش نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ براہمن آدی کے لئے اس انگ کا ہونا کیسا ضروری ہے اسکو ویسا ہی سمجھ لو کہ کیا شریر بنا پگ کے کیسے رہ سکتا ہے۔

جو لوگ کسی گپت کارن سے انتیج اچھوت شودر آدمی کو اسپرش مان کر ہی کلیجہ ٹھنڈا کر لیتے ہیں وہ بھی وید کے اس منتر کے آگے سر جھکائے بنا کبھی رہ نہیں سکتے۔ دیکھیئے ایک سناتن دھرمی گرنتھ کار جسنے اس وید منتر کا آشرے لیا ہے اُسکی لیکھنی سے بھی انت کو ست نکل ہی گیا۔ ادھم اس بات کو اس کے ہی گجراتی شبدوں میں لکھیں۔

"ایشور نوں وراٹ سروپ تے سمست پرجا ج لو چھے۔ ملنے تے ماں منش ماتر لوں اینے سرو ورنوں نوں سماویش تھئی جائے چھے۔ اپوروں بلا چھین کلکتا دی ویدک نساتھیہ تو سدر سمجھائے چھے پرجانے زماں پرش روپے ورنوی چھے وراٹ پرس نا تیلے ایک مہا پرجا چھے۔ آلو کھرنیاں رہیہ پرش سوکت میں آپیلوں چھے"

امن۔ لیے سناتن دھرم سبھا کو انگ پنڈت بال گنگادھر تلک نے پونا میں ایک لیکچر دیتے

ہوئے کتنے بڑے ہی برش بیٹے تو کہا تھا کہ شودر آدمی پنچ ورن۔ اسپرش نہیں۔ بھارت ورش میں لوگوں نے ان کے اس وا کیہ پر کچھ ہو مچایا۔ پرنتو تلک جی ڈٹے رہے اور کہتے رہے کہ تمہارے منش کرت گرنتھوں کو مانیں یا ایشور کرت۔

ویدوں کو

پنڈت آنریبل گوپال کرشن گوکھلے بھی اسی لئے آجکل اپنے لیکچروں میں ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ جس طرح جاپان نے اسپرش لوگوں کو سپرش مانکر دیو ہار کیا ہے اسی پرکار ہندو پرجا کو بھی کرنا چاہئے۔

नमः सेनाभ्यः सेनानिभ्यश्चवो नमो (९)
नमो रथिभ्यो---- नमस्तक्षभ्यो रथकारे
भ्यश्चवो नमो नमः कुलालेभ्यः कर्मारेभ्यश्
चवो नमो नमो निषादेभ्यः पुञ्जिष्ठेभ्यश्च
नमो ---- य० अ० १६ मं० २६--२६

یجروید کے ۱۶ ویں ادھیائے میں دنیا بھر کے دھندے اور پیشے گنائے ہیں اور جہاں فوج کے سپاہیوں۔ گاڑی بانوں۔ سارتھیوں۔ کمہاروں کو نمسکار کرنے کی ہدائت صاف لفظوں میں ہے وہاں ہی نشاد کو بھی جسکو آجکل ہمارے کئی دوست انیتج کہکر چھوتے نہیں سمجھتے نمسکار کرنے کی ہدائت ہے گویا وید نے دھندے کے لحاظ سے کسی کو نیچ بتلا کر گھرنا یا اسپرش کے یوگ نہیں بتلایا اور وید میں کیا پرمیشور ودھ ہو سکتا ہے جو وہ ویسا بتلاتا۔ جبکہ ایک دفعہ پرش سوکت میں شودروں کو براہمن کے سمان ایک ہی شریر کا انگ بتلا چکا ہے۔

کئی لوگ کہدیتے ہیں کہ یہ سچ ہے ویدوں نے نشاد انیتج آدمی کو تو گھرنا کے یوگیہ اتھوا اسپرش نہیں کہا کنتو دسیو لوگوں کو تو اسپرش مانا ہے اور انکو ڈنڈ بھاگی قرار دیا ہے۔

کہیں بھی ویدوں میں دسیہ آدمی کسی منش کو بھی اسپرش نہیں کہا ہاں ڈنڈ

بھاگی دسیو کو ضرور بتلایا ہے سو کیا اگر ہم اپنے ودیارتھی یا سنتان کو ان کے کرموں کے لئے ڈنڈ دیتے ہیں تو اس سے ہماری سنتان یا شِش اسپرش ہو جاتے ہیں۔ اور دسیو بھی وید نے منش جاتی سے کوئی بھن جاتی نہیں بتلائی اور دسیو گن کرم سے ہوتے ہیں نہ کہ جنم سے۔

جسطرح ایک شری میں ایک لڑکا چوری کرتا ہے اور دوسرا نہیں کرتا اسی پرکار مہاں منش سماج کے اندر جو جو لوگ برے کرم ارتھات چوری ہنسا ڈاکہ آدی کرتے ہیں وہی دسیو ہیں اور وہ راجدن عدالتوں آدی سے ڈنڈ پاتے ہی رہتے ہیں۔ اسپر وہ اسپرش تو نہیں ہو جاتے۔ ایسے متروں سے ہمارا سوال ہے کہ آپ ہندو چماروں کو انیچ کہہ کر تو اسپرش بتلاتے ہو۔ لیکن عیسائی مسلمان یہودی۔ آدی تو تمہارے مت انوسار۔ آریہ جاتی سے اتر جاتی والے ہیں انکو جب آپ سپرش مان کر دیوہار کرتے ہو تو کیا یہ مہاں حیرات کی بات نہیں کہ بیچارے ہندو ڈھیڈھ مہار اور چمار کو اسپرش کہکر انہیں اسہایہ کرور تا کرتی جاوے کئی لوگ کہتے ہیں کہ وید میں تو ہمیں کوئی منتر ہمارے مت کا پوشک نہیں ملتا لیکن اور گرنتھوں میں تو ہم ایسا لکھا ہوا سنتے ہیں کہ ورن جنم سے ہوتے ہیں کیا یہ بات ٹھیک ہے یا کیا۔

ان کے اوتر میں ہم کہیں گے۔ منش جاتی جنم سے ہوتی ہے نہ کہ ورن کبھی جنم سے ہوتے ہیں۔

دیکھو نیار درشن ادھیائے ۲ آہنک ۲ سوتر ۷۰ و ۷۱

आकृतिर्जातिलिङ्गाख्या ।

समानप्रसवात्मिका जातिः

اس سے بھی یہ سدھ ہوتا ہے کہ منش کی جاتی ہے اور وہ اپنی سے سمان اگرتی رکھنے کی وجہ سے جاتی اور ویکتی کا آپس میں بھاری سمبندھ رہتا ہے جو الوٹ ہوتا ہے۔ ایک گائے کو جب ہم نے دیکھ لیا پھر ہزاروں گائیں انکو ملیں

وہ سب کو لگائے جاتی بتلا سکیگا - ایک مسٹر کو دیکھ لو - ہم ممنڈل کے منشیوں کو منش جاتی ہی کہکر پہچان سکونگے - جاتی میں پھر بدلی نہیں ہوتی - منش گدھا نہیں بنے گا - لیکن براہمن جاتی نہیں ہیں - ورن شبد تو وری دھاتو سے بنتا ہے - جسکا ارتھ یہ ہے کہ جو سویکار کیا جاوے - اتھوا پدوی کے ارتھوں میں ورن شبد ہے - جو منش ہل چلائیگا وہی کرشی کار ہے جو منش راجا کا کام کرے گا وہی راجا ہے - چاہے وہ انگلینڈ کا باسی کیوں نہ ہو براہمن آدی ورن گن کرم کے بودھک شبد ہیں اور یہ ہمیشہ ہی بدلتے رہتے ہیں -

نیاردرشن کے آپت اپدیشہ شبدہ "

اس مہان سوتر کی ویاکھیا کرتے ہوئے رشی واتسایاین جی لکھتے ہیں کہ

رشیہ آریہ ملیچھانام سمانم لکشنم

ऋष्यार्यम्लेच्छानां सामानं लक्षणम

جسکا مطلب یہ ہے کہ رشی لوگ جانتے تھے کہ وراثت کا نیم ایک بھاری اثر رکھتا ہے لیکن تو بھی جسطرح وکیل کا لڑکا ضروری نہیں کہ وکیل بنے اسی طرح ضروری نہیں کہ براہمن کا لڑکا براہمن ہی نکلے - اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ آپت ارتھات برہم رشی صرف رشی اور آریوں کی سنتان ہی نہیں ہو سکتی کنتو ملیچھ آدمیوں میں بھی برہم رشی برابر ہو سکتے ہیں - کہاں وہ اُدار ویدرشی اور کہاں آجکل کی سنکیرن ہردیہ ہندو پرچا ؟

ویدوں کے ارتھ اور ویدک سدھانتوں کے انبھو اور رشی جو ہمیشہ بہت پورے ہوگئے ہیں بھلی بھانت سمجھتے تھے اسی لیے ویدوں کے انوسار وہ جیون میں کر بھی دکھاتے تھے

وہ جانتے تھے اور ہندو فلاسفی کا اٹل سدھانت پرتھوی پر یہ ہے یہ کرم کے کارن ہی ایک ایک پرانی کی سنتھی ہے اُشبھ کرموں سے منشیہ گر سکتا ہے تو

شبھ کرموں سے اُٹھ سکتا ہے ۔ پرائشچت ۔ پرارتھنا اُپاسنا جپ منش کو اُٹھانے کے لئے اُتّم سادھن ہیں ۔ اور کیا تماشہ کی بات ہے کہ ہماری سنکرن ہردے والے گجراتی دوست ان اتھا پوا سے سادھنوں کا ادھکار تو انتیج کو دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ انتیج مکتی پا سکتے ہیں لیکن ہائے غضب انکا پکشپات انکو یہہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی لیکھنی سے یہ بھی لکھ ڈالیں کہ انتیج براہمن بن سکتا ہے شبد جال اور واک چھل اسی کا نام ہے ۔

اسی لئے رکھش ۔ اُسر ۔ چانڈال آدی سب درگتیاں کرموں سے پراپت ہوتی تھیں برھدارنیک اپنشد میں لکھا ہے کہ سب منش پرجاپتی کی سنتان ہونے پر بھی کرموں کے کارن ۔ دیو ۔ منش اور راکشس بن گئے ۔

چھاندوگیہ اپنشد میں لکھا ہے کہ جاوال ایک بیچاری ستری کا لڑکا ہونے پر بھی برہمنوں کے ساتھ نہ صرف تعلیم پاتا رہا بلکہ گن کرم سے یہ اگیات کل والا رشی ارتھات براہمنوں کا سردار بنا یا گیا ۔ جان شرتی جنم سے شودر تھے لیکن کرموں سے راجا بنائے گئے اور تماشہ یہ کہ اُنکی لڑکی سے ایک منی کا جو کرم سے براہمن تھے بواہ ہوا ۔

وشوامتر کھشتری جنم سے تھے پر کرم سے براہمن بنے ۔ والمیک جنم سے انتیج تھے لیکن براہمن بنائے گئے ۔ بششٹ رشی ویشیا پتر ہونے پر براہمن پدوی پا گئے ۔ ویاس دیو کی ماتا انتیج تھی پرنتو یہ اپنے کرموں سے رشی پدوی پا گئے سپرش اسپرش وچار“ نامی گجراتی گرنتھ کے سناتن دھرمی مصنف مہودیہ صفحہ ۱۹۶ پر لکھتے ہیں کہ ”کھر دھرم اپنے کھر دوپر اُپکار اسپرش بھاؤ نے اسپرش راکھی نیچ بیتنے سکھی کروانا ست اُپائے پو لیوا ماں اسنے تے ماج لاکھو روپیہ واپرو ا مان چھے پرنتو اس لیکھ کی پشٹی میں کہ کیوں انکو اسپرش مانا جائے کوئی بھی ست شاستروں کا پرمان نہیں دیا ! ایک جگہہ یہ ہیتو دیا ہے کہ یہ ابھکش کا بھکشن کرتے اور میلے رہتے ہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ ابھکش کا بھکشن چھوڑ دیں اور صاف ستھرے رہیں

تو پھر کیا آپ انکو چھونے کا پرچار کریں گے یا نہیں - علاوہ ازیں ہمارے بڑود ہ کے متر نے کہیں پر یہ سپشٹ نہ کیا کہ عیسائیوں یا یورپین آدی لوگوں کو جن میں سے کئی ابھکش کا بھکشن کرتے ہیں چھونا چاہئے یا نہیں - عملاً تو وہ چھوتے ہیں پھر کیا

اُتر دے سکتے ہیں ؟

سناتن دھرمی ٹیکھک مہودے نے گیتا کے وچنوں سے یہ دکھانے کا یتن کیا ہے

کہ اگر کسی پرانی پرویا کرنی ہو تو کیول من سے ہی اسمدرشی بننا چاہئے - جواب !

پرنتو گیتا کے اور وچن اور سہل بھی دیکھتے تو انکو پتہ لگ سکتا ہے کہ گیتا میں مانسک اور دھیان یوگ ہی نہیں کنتو کرم یوگ بھی ہے اور ہر ایک کرم کی تین اوستھا ہوتی ہیں

مانسک - واچک اور کایک - ایک پرش من سے کسی سے پیار رکھتا ہے - پر وچن اور کایا سے اس کے ورودھ اسکو اپرشش کہتا یا لکھتا ہے اور کرم دوارہ وہ اس سے دور رہنے کا یتن کرتا ہے اسکو ہم پورا دھرماتما نہیں کہہ سکتے نیتی کاروں کا وچن ہے

کہ دھرماتما وہ ہے کہ جس کے من وانی اور کرم میں ایکتا ہے جو اپنے گرو کو من سے آدرینہ مانتا ہے اسکو وچن سے بھی انکو نمسکار کرنا چاہئے اور کرم دوارہ بھی اس

آدر کے بھاؤ کو ویسا ہی پرگٹ کرنا چاہئے -

اس ویش کے اندر وچتر بات تو یہ ہے کہ سب جگت اور جیو کو برہم سروپ ماننے پر بھی ہمارے سناتن دھرمی بھائی پھر ایک برہم کو دوسرے برہم سے اسپرش بتلا رہے ہیں ؟

گیتا - اپنشد اور وید میں گیان اور کرم کو علیحدہ کرنے کی آگیا نہیں دی اسی لئے یجروید کے ۴۰ ویں ادھیائے میں برنن کیا گیا ہے کہ

ودیا اور اودیا ارتھات گیان اور کرم کو جو سنگ سنگ جیوں میں چرتارتھ کرتا ہے وہی سکھ پاتا ہے - اور شبھ کرموں سے کوئی سنگ دوش نہیں ہوتا - اسی واسطے منش پرنیت شبھ کرم کرنے کی آگیا یجروید کے ۴۰ ویں ادھیائے کے دوسرے منتر میں دی گئی ہے

[illegible]

اگون کا کلیان چاہو۔ پرنتو جن دوارہ انکو اسپرش کھولو کرم دوارہ ان سے دور بھاگو۔ شاستریہ سدھانت سکے سر بھتا ور دو رہے۔

سناتنی لیکھک مہاتما نے آریہ سماج کی اتپتی کو انگریزی سنسکاروں کی نقل مانتا ہے یہ ان کی بڑی بھاری اول درجہ کی بھول ہے۔ وہ مہاتما ہمارے متر سمجھتے ہیں کہ آریہ سماجی اور برہمو سماجی بننا تو آسان ہے لیکن ہندو کا ہندو بنے رہنا مشکل ہے حالانکہ بات اس کے خلاف ہے ایک بی اے یا ایم اے ہو کر مورکھ برادری کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ ۶ برس کی لڑکی کا ۶۰ برس کے لڑکے سے بواہ کر دے۔ ۱۰ برس کی لڑکی اگر دیوگ سے بدھوا ہو گئی تو اس کو عمر بھر برہمچارنی بننے کے لئے زور دیتا ہے اور منت یا جن وارمیں روپیہ لٹا کر برادری کو خوش کرتا ہے تو بتاؤ ایسے ایسے مہاتما کو کیا مشکل کیا تکلیف آئی جس کے لئے اس کو کسی پرکار کے آتم بل کی ضرورت پڑی۔ لکھ پڑھ کر ہندو کا ہندو بنے رہنا بڑا آسان ہے لیکن لکھ پڑھ کر وید شاستروں کے مرم کو پہچاننا اور ڈنکے کی چوٹ سے مورکھ برادری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان ویدک سچائیوں کو پرگٹ کرنا بڑے بھاری دھرم بل اور آتم بھگتی کا ہی کام ہے۔ آریہ سماجی یا برھمو سماجی بننا اور برادری کی مخالفت سہنا آسان نہیں بلکہ کٹھن ہے ان باتوں سے پرگٹ کرنے کے لئے کتنا آتم بل چاہئے گا۔

(۱) جاتی منش کی ایک ہے اور وہ جنم سے ہوتی ہے۔

(۲) ورن چار ہیں اور وہ بدلتے رہتے ہیں اور کرم سے ہوتے ہیں (براہمن کا لڑکا اگر عیسائی ہو جاتا ہے تو پھر براہمن پن اس کا کیوں نشٹ ہوا مانا جاتا ہے اگر نہیں مانتے تو ایسے عیسائی سے بھوجن دیوہار کیوں نہیں کرتے۔)

(۳) لڑکی کو چلا ہونے کے ۱۶ یا ۱۸ برس پیچھے اور لڑکے کو ۲۴ برس کی عمر میں بیاہنا چاہئے۔

(۴) پردیش گمن انتی کا سوپان ہے اور ہمارے رشی منی ایسا کرتے تھے۔ وید شاستر گیا دیتے ہیں

(۵) جب ہم عیسائی۔ مسلمان۔ یہودی آدمی ایک ابھگش کرنیوالے بھائیوں کے ساتھ چھوتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم شودر بھار چمار سے نہ چھوئیں اور جبکہ ویدشاستر میں بھی برابر آگیا ہے اور اس سے بڑھکر ہمارے کئی رشی شودر چمار آدمی ورلوں سے ہی براہمن بن گئے

(۶) "ساالو منترا" وید منتر پڑھنے کا ادھکار سب کو ہے۔ اتیادی اتیادی اس پستک کے وشیش الوچنا پھر کریں گے۔

کچھ کرتے رہو

کچھ بھی ضائع نہ کرو لیکن سب سے بڑھکر وقت ہرگز ضائع نہ کرو۔ آج ایک ہی دفعہ آتا ہے اور بس۔ وقت پرماتما کی اعلےٰ نعمتوں میں سے ہے اور اگر ایکدفعہ ضائع کیا گیا تو پھر دوبارہ نہیں ملتا۔ انسان تو رہا درکنار قدرت میں بھی قدرت نہیں کہ وہ گیا ہوا وقت واپس لاسکے۔ جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اب اسطرح وقت ضائع نہ کرو۔ کہ مابعد پچھتانا پڑے۔ وقت امانت ہے آپکو ایک ایک لمحہ ایک ایک منٹ کا جواب دینا ہوگا۔ لارڈ میلبورن فرماتے ہیں کہ نوجوانوں کو سب سے پہلے یہ کہنا چاہیے کہ عیش کرنا یا بھوکے مرنا ان کے اپنے بس میں ہے اگر وہ کچھ کرتے رہیں گے تو وہ زندگی مزے سے بسر کریں گے اور اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ رہیں گے تو بھوکے مرجائیں گے۔ کام کرنا صرف کامیابی کیواسطے ہی ضروری نہیں۔ بلکہ اس کا چال چلن پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے جرمی ٹیلر کہتے ہیں کبھی بھی بھولکر سست بیکار نہ رہو۔ وقت کا لمحہ لمحہ منٹ منٹ کچھ نہ کچھ کرتے [illegible]

کام کاج کرتے رہنے سے ہم برائیوں کو دور رکھ سکتے ہیں ۔ وہ ہمارے اندر قدم نہیں دھر سکتیں ۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہو ۔ اوروں کو خوش کرنا ۔ کسی کا بگڑا ہوا کام بنانا ۔ اعلےٰ درجہ کی نیک خواہش ہے ۔ خوش کن اُمید ہے ۔ وقت قیمتی ہے لیکن ہم چپ چاپ بیٹھے دل ہی دل میں باتیں بناتے ہوئے اسکو ضائع کرتے رہتے ہیں ۔ ہم سب شکایت کرتے ہیں کہ وقت نہیں ملتا کام کس وقت کریں اور کس طرح کریں ۔ لیکن ہم نادانی سے یا تو کچھ بھی نہ کرنے میں یا یونہی بیہودہ کرنے میں زندگی گذار دیتے ہیں ۔ ہم ہر وقت شکایت کرتے رہتے ہیں کہ کام کرنے کے لیے دن بہت تھوڑے ہیں لیکن ہم ایسا کہنے میں غلطی کرتے ہیں ہمنے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں بہت سی کتابیں پڑھنی ہیں بہت سے نظارے دیکھنے ہیں بہت سے ممالک کی سیر و سیاحت کرنی ہے ۔ زندگی میں کامیابی اور خوشی کا راز ۔ بھید ۔ کام کاج کرنا ہے سسرو کہتا ہے خوشی کا بھید کام کرنا ہے ۔ بشاشت کا راز کام کرنا ہے ۔ کام کرنا ہے ۔ کام کاج کرنا جیسا تندرستی کے لیئے ضروری ہے ۔ ویسا تسکین کے لئے جلدی لازمی ہے ۔ انسان ہفتہ بھر کام کاج کرنے سے اتنا نہیں تھکتا ہے جتنا ایکدن بیکار رہنے سے ۔ بیکاری اور سستی ہمارے اعضاء میں گڑبڑ پیدا کر دیتی ہے ۔ کام کاج انکو زیادہ طاقتور اور مضبوط بناتا ہے ۔ ہاتھ پاؤں ہلانے سے جسمانی صحت قائم رہتی ہے اور دماغی محنت سے سوچنے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے جو کچھ آپ چاہتے ہیں کریں خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو ۔ مدعا صرف کام کرنا ہے

ڈاکٹر جانسن صاحب کا قول ہے الفاظ زمین کی بیٹیاں اور کام آسمان کے بیٹے ہیں ۔ آپ جو کچھ کرو اس کو پورے طور سے پوری توجہ سے کرو اس میں دل لگاؤ و طاقت خرچ کرو ۔ اگر آپ طاقت کو کام کاج کرنے میں خرچ نہ کریں گے تو وہ غریب کے پھول کی کسطرح مرجھا کر گر جائیگی

کی خاک میں ملا کر خاک ہو جاوے گی۔ کام کرنے والے بیٹر ول جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں اسکو تن من سے کرتے ہیں اور آخر ش کامیاب ہی ہو کر رہتے ہیں۔ ہر ایک انسان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے ایک معمولی سا دہقان اس نقلی جنٹلمینز سے اچھا ہے جس کی ٹیپ ٹاپ ظاہر ہی ہو۔ بناوٹی ہو۔ دہوکے کی ٹٹی ہو۔ جو کام کاج نہ کرتا ہو۔ اگر آپکو دوسرے کا دامن پکڑنے سے بہشت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس میں ہرگز داخل نہ ہو اگر اس میں جانا چاہتے ہو تو اپنی ہمت اور کوشش سے جاؤ ورنہ دوزخ میں رہنا پسند کرو کام کاج کرو آپ پھولو پھلو گے

Good striving
Bring thriving
Better a dog that works
Than a lion who shirks

اہا کیا غضب کا فقرہ ہے کیا پھڑکا دینے والی نصیحت ہے۔ قدرت چلّا چلّا کر کہہ رہی ہے اے انسان کام کر! کام کر!! کام کر!!! تیرا صرف اتنا ہی کام ہے کہ تو کام کرے کامیابی ایشور کے ہاتھ میں ہے ضرور تیرے سر پر اس کا سہانا سہرا باندھا جاوے گا۔ کام کرو خواہ کام نفیس ہو یا خراب اچھا ہو یا بُرا آپکا کام ہے کام کرنا۔ آپکو اس سے کیا کہ کام اچھا ہے یا بر النفیس ہے یا خراب آپکو معاوضہ مل جائے گا۔ گھبرائیے نہیں۔ کسی کام کو اچھی طرح کرنا ہی اسکا جائز معاوضہ ہے

امرسن

یارو میں نے نیک کام کئے میں نیک بن گیا۔ اگر آپ مجھ سے میری کامیابی کا راز پوچھتے ہو تو سنو وہ یہ ہے کہ میں نے شیطان کو کام کاج کے ڈنڈے سے دور بھگا دیا تھا

سکاٹ

اسی طرح ہمیں بھی بُرائی اور بدیوں کی شیر کو دور بھگانا چاہئے ورنہ وہ چڑھی گھر خالی

پائے گی۔ ونیمہ اس ہرن کو دبڑے گی۔ صرف اکیلی آپ ہی کو دے گی۔ نہیں نہیں آپ ہی نہیں بلکہ آپ جیسی اور ہزاروں کے ساتھ۔ اگر آپ کام نہیں کرتے تو یاد رکھئے کہ آپ آرام سے بھی بیٹھ نہ سکیں گے۔ اے غافل خاموش مت بیٹھ۔ آرام مت کرو زندگی گذر رہی ہے جاؤ کوئی کام کرو پیشتر اس کے کہ کسی زبردست ہاتھ آپکے ہاتھ کو کام کرنے سے روکدے۔ کام خواہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو پانی کی لہر کیطرح سننے جوش سے سینے کے ساتھ ٹکر مارو۔ پھر ٹکر مارو اور اسکو گرا کر ہی رہو۔ آگے بڑھے چلو اِدہر اُدہر نہ دیکھو چلے جانا تمہارا فرض ہے خواہ آپ منزل پر پہونچو یا نہ پہونچو سفر لمبا ہے۔ مسافت کڑی ہے آپکو کچھوے اور خرگوش کا مقابلہ کرنا ہے۔ آپ کچھوے کا سا جوش دلمیں بھر دو خرگوش کیطرح درختوں کے نیچے سائے میں کروٹیں نہ لیتے رہو۔ صبح سویرے اُٹھو جسمانی اعضا کو ورزش اور آرام سے نشوونما کرو آپکا کام آپ کے لئے مضر ثابت نہ ہوگا۔ ورزش اور تازہ ہوا عمر کو بڑھاتی ہے بلکہ معظمہ منہری کے اوراق کو سنہری بنانیوالوں میں سے ایک تھی مانا وہ بہت غافل تھی لقمہ رس تھی مگر جس وصف نے اس کو اتنی بزرگی بخشی وہ کام کرنا تھا۔ وہ کہا کرتی تھی مجھے یہ نہ کہو کہ آپکو اب کرنے میں تکلیف ہوگی تکلیف کا لفظ تیر کی طرح چھیدتا ہے مجھے صرف اتنا بتادو کہ کام کسطرح کیا جائے اور بس میں اسکو کرنے کی کوشش کرونگی آئیے ہم بھی یہہ نیک خیالات جذب کریں آپکو جو کام کرنے کے لئے کہا جائے صرف کردہی نہیں بلکہ اچھیطرح کرو ڈیوک آف ولنگٹن کو جسنے فاتح بنایا وہ جرنیل نیکروں سے کام کرنا تھا حضرت سلیمان صاحب فرماتے ہیں جو شخص دل سے کام کرتا ہے دیوتے اس کے پاؤں دہوتے ہیں۔ فرشتے اس کے پاؤں چومتے ہیں بادشاہ اس کے کپڑے جھاڑتے ہیں۔ محنت پھل دئے بغیر نہیں رہتی اگر کولمبس ہند میں نہ پہونچ سکا تو کیا ہوا اُس نے امریکہ تو دریافت کر ہی لیا۔ اگر سال اپنے باپ کے گھر نہ ڈہونڈ سکا تو کیا ہوا اس نے ...

توپا ہی لی۔ کیا محنت کا یہ کافی معاوضہ نہ تھا۔
جو کچھ ہمیں کرنا چاہئے اسکو پورا کرنے کے لئے دلمیں ٹھان لو اور جو کچھ کرنے کے لئے تمنے ٹھان لیا ہے اس میں پورے اُترو۔ بغیر کام کے نہیں ہو سکتا۔

فرینکلن

جو مزدوری کریگا وہی چوری کھائے گا
ے گنج آں گرفت جان برادر کہ کار کرد
گرالسپئیٹ لبشپ آف لنکالن کا ایک سست الوجود بھائی تھا وہ ایکدفعہ اس کے پاس آیا اور ذی رتبہ ہونے کے لئے خواہش ظاہر کی۔ لبشپ نے جوابدیا بھائی اگر آپکا ہل ٹوٹ گیا ہے میں آپکو نیا دونگا۔ اگر آپ کا بیل مرگیا ہے میں آپکو اور خرید دونگا۔ لیکن آپ جیسے سست الوجود اور کام نہ کرنیوالے کو ذی رتبہ نہیں بنا سکتا۔ کسی میں طاقت نہیں کہ وہ آپکو ایسا بنا سکے۔ آپ ہل ہی جوتیں گے اور ہل ہی جوتتے رہیں گے ملٹن کا نام روشن ستارہ کیطرح صفحہ عالم پر چمک رہا ہے یہ سب کچھ کام کرنے ہی کے طفیل سے ہے۔ وہ صبح سویرے پرندوں کے چہچہانے پھولوں کے کھلنے گھنٹی کے بجنے سے پہلے اٹھ کر اپنا کام کرنے لگ جایا کرتا تھا نپولین اور سکندر فاتح اعظم کہلاتے ہیں کس چیز نے انکو فاتح اعظم بنایا۔ کام نے کام نے کام نے
سیواجی۔ نادرشاہ۔ احمد شاہ ابدالی۔ ٹیپو۔ سب کے سب سپاہی کی حیثیت سے چھلانگ مار مار کر راجہ بن گئے۔ بادشاہ بن گئے۔ سلطان بن گئے وہ کس طرح ایسے سے ویسے بن گئے کام کرنیسے کام کرنے سے۔ اکبر کو اکبر کام نے بنایا۔ بابر کو بابر کام نے بنایا۔ ہمایوں کو ہمایوں کام نے بنایا بلکہ ناحبیت کو بکرماجیت کو کام نے بنایا۔ بُدھ کو بدھ کام نے بنایا۔ بھائیو اگر آپ کے دلمیں بھی بزرگ بننے کی اُمنگ ہے تو آؤ ان کی طرح کام کرو۔ کام کرو لیکن بیدلی سے نہیں دل لگا کام کرو۔ خوشی خوشی سے ہاتھ پھیلاؤ اور قدم بڑھاؤ۔ اچھیطرح

ہے سوچ لو کام کسطرح کرنا چاہیئے۔ کن کن ترکیب سے عقدہ حل ہوجائیگا کسطرح سے کامیابی کا گوہر ہاتھ آئیگا بس یہ سوچکر کام کرنے لگ جاوٗ۔ اگر آپ کے دل میں کام کرنے کے لیئے محبت و پیار و جوش ہوگا تو وہ کام بہت ہی آسان ہوگا۔ اگر پہلے کام آپکو ناممکن و محال نظر آتا ہے تو ایسا ہونے دو جب آپ اسپر جوش اور خوشی کی کرنیں ڈالوگے تو سب مشکلات بھاپ بنکر اڑ جائینگی اور وہی کام آسان معلوم ہوگا۔ پہلے اپنے آپکو کام کرنے کے لائق بناوٗ اور وہ باتیں عمل میں لاوٗ جن سے آپ کی صحت قائم رہے آپ مضبوط بنے رہیں آرام کے وقت آرام کرو اور کام کے وقت کام۔ جب تک کام کرنے کے قابل نہ ہو جاوٗ کام کو ہاتھ مت لگاوٗ۔ خوب آرام کرو۔ خوب کھاوٗ۔ خوب پیو اور کام کرو۔ رنج والم کی گھڑی میں وہ کام کرو جس سے آپکی طبیعت کی مرجھائی ہوئی کلی دوبارہ شگفتہ ہو جائے۔ خوشحالی کوئی کام کرتے رہنے۔ نیکو کرنے کے نئے ولمیں محبت پیدا کرنے۔ کسیکے ولمیں امنگیں پیدا کرنے پر منحصر ہے۔ ہم میں سے بہت سے اپنی خوشی کو خود بخود بڑبڑاتے رہتے رنج والم میں ڈوبے رہنے سے غمی کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہنا۔ سدا خوش رہنے کا نادر اور سہل نسخہ ہے۔ آپ کام کرنے میں وہ شانتی پاوینگے جو غمی بیکاری میں آپکو ہرگز نہ مل سکیگی اپنے مذاق کے مطابق کام کرو وہ کام کرو جسکے واسطے قدرت نے آپکو پیدا کیا ہے۔ مذاق رجحان طبع اور نیچر کے برخلاف کام مت کرو۔ بہاوٗ کے برخلاف کشتی رکھنی چاہیئے۔ اور اگر آپ ایسا کام کرینگے تو یاد رکھو پانی کی لہریں آپکی ہڈی ہڈی بکھیر دینگی۔ اگر آپ نیچر کے مطابق کام کروگی تو وہ آپکا ہاتھ بٹائیگی آپکی مدد کریگی اگر اپنی نیچر کے برخلاف کام کروگی تو وہ بمعہ اپنی لاانتہا قوتوں کے آپکے برخلاف انگلی اٹھائیگی آپکی بیخ کنی کیلیئے آمادہ ہوجائیگی وہ اپنا بدلا ضرور لیگی جب اسکو موقع ملا وہ آپکو اور پھر آپکے بعد بچوں کو تباہ کرے گی یہ معلوم نہیں کہ کہاں اور کیوں اور کب۔ الا وہ جو نیچر کی مرضی پر کام کرتا ہے۔ جو نیچر کے کام قانون کے دل و جان

سے پابندی کرتا ہے۔ اس کے لیے ساری خدائی کام کرے گی۔ اس کا ہاتھ بٹائیگی اور اس کو مدد دیگی۔ سورج اس کے راستہ پر روشنی ڈالیگا۔ خاک اس کے پاؤں کے تلے نرم نرم بستر بچھائے گی۔ ہوا اسکو پنکھا جھلے گی۔ پھول اُسکے لیے عطر جمع کریں گے۔ آگ اسکو گرمی پہونچائے گی پانی اس کی پیاس بجھائیگا کیونکہ وہ اس کی دل و جان سے تابعداری کرتا ہے۔ جس نے سورج ہوا اور آگ کو بنایا۔ یہہ سنہری اصول ہے۔ جو نیچر کی مرضی پر چلیگا وہ کامیاب ہوگا۔ اور خوشحال بنیگا وہ پھلیگا پھولیگا۔ قانون قدرت کی کتاب کی ورق گردانی کیجیے۔ ہر ایک چیز کام کاج کرنے میں مشغول ہے۔ ہمیں بھی بیکار نہ رہنا چاہیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔ ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ برباد ہو جائیں گے کیونکہ ہم قانون قدرت کے قوانین کو توڑتے ہیں۔ سب سے اچھا کام خود نیک بننا۔ اوروں کو نیک بنانا۔ ایشور کو یاد کرنا۔ اس کے بندوں کو فائدہ پہونچانا ہے۔ ہم کبھی بیکار نہ رہیں۔ اس میں ہماری بہتری اور خوشحالی چھپی بیٹھی ہے۔

(بخشی ہریرام ہزاروی)

پُرانوں کی سیر

ہندوں میں ویدوں شاستروں (درشنوں) وغیرہ کے بعد پرانوں کا نمبر آتا ہے پران اٹھارہ کہے جاتے ہیں مگر اٹھارہ اُپ پران یعنی چھوٹے درجہ والے پران سمجھے جاتے ہیں۔ ان چھتیس ۳۶ کے علاوہ بھی چند اور پران ہیں جنہیں جو کھاتے ہیں ہی سمجھنا چاہیے

ان سب کے بارہ میں عام خیال بلکہ تحریری شہادت انہیں پرانوں کی بھی یہی ہے کہ وہ سب کے سب شری ویدویاس جی مہاراج کی تصنیفات سے ہیں۔ لیکن جب ان کی سیر کی جاتی ہے اور کافی غور و خوض کی نگاہ سے انہیں

دیکھا جائے تو حقیقت کچھ اور ہی معلوم ہوتی ہے یعنی واقعات اور حالات جو ان میں مندرج ہیں وہ زورشور سے پکار پکار کر یہ صدا بلند کر رہے ہیں کہ پران ہرگز ہرگز بھی شری ویدویاس جی کے تصنیف شدہ نہیں ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ ویاس جی کے زمانہ یا اس سے عنقریب زمانہ کی تصنیفات بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ تحقیقات کرنے پر یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ سکتا ہے کہ کوئی پران ایک ہزار اور کوئی دو تین ہزار سالوں سے رائج ہیں اور زیادہ تر تو صرف چند صدیوں ہی کی کاٹ چھانٹ ہونگی۔

لیکن باوجود اس کے وہ پراچین پستکیں سدھ نہیں ہوتیں۔ ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ ان کو ردی خانہ میں پھینکدیا جائے۔ نہیں بلکہ ہم متعدد اصحاب سفارش کریں گے کہ وہ ضرور بالضرور ان کی سیر کیا کریں کیونکہ ان میں بڑی زبردست خوبی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ مہابھارت کے زمانہ سے مسلمانوں کی بادشاہت تک کے تاریک زمانہ کے تاریخی حالات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے ہاتھوں میں موجود نہیں ہے تاہم ان پرانوں سے ہمیں اس امر میں بہت کچھ مدد ملجاتی ہے۔ اگر چند لوگ لگاتار کوشش کرتے رہیں اور جملہ پرانوں اپ پرانوں کو بغور اصل سنسکرت میں مطالعہ کرکے تاریخی واقعات کو اکٹھا کریں تو ہم امید کرتے ہیں کہ ایک بہت عمدہ بھارت اتہاس بنایا جاسکتا ہے۔

مجھے یہ خیال جس واقعہ سے پیدا ہوا ہے وہ بھی ناظرین کو سنائے دیتا ہوں۔ حال میں ایک کائستھ صاحب مجھے ملے اور انہوں نے سوال کیا کہ ہم کائستھ لوگ کس ورن میں ہیں۔ جواب میں مینے انکو سب حقیقت سنادی بعدہ انہوں نے ایک رسالہ موسومہ چترگپت بنساولی نامی مجھے دکھلایا جسے منشی بھندن لال صاحب رئیس بریلی نے چھپوایا ہے۔ اس رسالہ میں سکندہ پران کے کئی ادھیائے بجنسہ سنسکرت میں نقل کردئے گئے ہیں مینے اسے شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا اور اگرچہ مصنف رسالہ ہذا نے ان منقولات کو صرف کائستھوں

کے دوبچ ہونے کے پران میں پیش کیا ہے لیکن میں اسے پڑھ کر ایک اور نتیجہ پر پہونچ گیا اور وہ یہ کہ سکندھ پران ویاس جی کا بنایا ہوا نہیں ہو سکتا ۔ مگر اس میں بھارت کا اتھاس بنائے جانے کا مصالحہ بھرا پڑا ہے اب میں ناظرین کی واقفیت کے لئے وہ تاریخی واقعہ بھی سنائے دیتا ہوں جو اس رسالہ میں سکندھ پران سے نقل کیا گیا ہے اور جو ہندو دھرم پرچار کے لئے نہایت مبارک واقعہ ہو گذرا ہے ۔

ہم ایک شلوک سنا کرتے تھے کہ ....

جسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی راجہ کی لڑکی اپنے محل کی اوپر والی منزل پر بیٹھی کھڑکی سے راستہ کو دیکھتی ہوئی یہ کہہ رہی تھی کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں کون ویدوں کا اُدّھار کرے گا ۔ اتفاق سے ایک سنکرت سے دوان جا رہے تھے انہوں نے اس راج کنیا کے نصف شلوک کیساتھ دوسرا مصرعہ یوں جوڑ دیا کہ ۔ اے نیک لڑکی مت گھبرا ۔ ابھی بھٹا چاریہ (یعنی میں) اس زمین پر موجود ہے (پس ویدوں کا اودھار کرونگا)

اس شلوک سے ہندوستان کے اس زمانہ کا پتہ لگتا ہے جب بودھ اور جین دھرم نے ہمارے ویدک دھرم کو بالکل قریب المرگ بنا دیا تھا ۔ لیکن ہمیں اس واقعہ کا کچھ درست پتہ نہ ملتا تھا کہ آیا یہ شلوک کہاں کس سے کس موقعہ پر کہا گیا اور پھر شری بھٹا چاریہ جی نے کیا کیا ۔ اب سکندھ پران کا یہ حصہ جو بھوشیہ وید ودھار پرسنگ نام سے مشہور ہے دیکھنے سے حقیقت معلوم ہوئی اور وہ وہاں پر یوں مندرج ہے

" پہلے ویدوں کا دھرم سب لوگ مانتے تھے مگر بعد میں جین دھرم کا پرچار ہو گیا ایک راجا ہیم سور نامی ویدوں کا بڑا عالم فاضل تھا لیکن وہ جین دھرم میں داخل ہو گیا اس کی ساری رعایا اور رانیاں بھی جین دھرم میں داخل ہو گئیں صرف ایک رانی سوشیلا نامی نے ویدوں سے منہ نہیں موڑا وہ بیچاری اپنا

دہرم اور سب لوگوں سے چھپا کر پالن کیا کرتی تھی۔ اور وہ اکثر اوقات رویا کرتی
تھی حتےٰ کہ بعض مرتبہ بیہوش ہو جایا کرتی تھی اور پرماتما سے پرارتھنا کیا کرتی
تھی کہ ویدک دہرم کا کوئی رکھشک آتپن کرو

ایک دن کا یوں ذکر ہے کہ وہ سوشیلا رانی پرارتھنا کرتے کرتے اچیت
ہو کر زمین پر گر پڑی۔ پس اس کی ایک سکھی نے آکر اُسے سمجھالا اور ہوش
میں لاکر بات چیت شروع کی۔ رانی نے اُسے ویدک دہرم اپدیش کر کے
سمجھایا کہ سچا دہرم یہی ہے اور لوگ گمراہ ہو کر جین دہرم سویکار کر رہے ہیں۔ اس
سکھی نے رانی سے کہا کہ فلاں باغیچہ میں دیکھا ہے کہ ایک برہمن ویدوں کا
عالم آکر مقیم ہوا ہے وہ گیروا بستر دہارن کئے ہے اور کیسر کا تلک لگائے ہوئے
ہے اور ودیا کا سمدر معلوم ہوتا ہے۔ رانی نہایت متعجب اور خوش ہو کر بولی
کہ اے سکھی تو جلد جا اور اُن مہاتما جی سے میرا سندیسہ کہہ آ وہ سکھی گئی اور اس
وودوان کے روبرو جا کر رعب سے کچھ بول نہ سکی مگر آخر کار اپنا مطلب ادا کیا اور کہا
کہ راجا ہیم سر کی رانی سوشیلا نے جین مت قبول نہیں کیا اور وہ ایکو نمسکار
کر کے دہرم پرچار کی پرارتھنا کرتی ہے رشی (ربھا چاریہ) نے اس سکھی کو
جن الفاظوں میں جواب دیا وہ بجنسہ یوں ہے۔

ارتھ۔ اس سکھی کی دہرم والی نرل بانی کو سنکر ویدوں کے رکھشک مہاتما کی
آنکھیں خوشی سے پھڑکنے لگیں اور خوشی کے آنسو بھر کر انہوں نے جواب دیا
!!! !!! وہ سنسار کی ماتا کہاں ہے جو ایسے ادہرمیوں کے درمیان نواس
کرتی ہے جیسے راکھشوں کی لنکا میں بھیشن نواس کرتے تھے،

وہ دھنیہ ہے جس کے ہردے میں دھرم نواس کرتا ہے میں اسی کے شرن میں جاؤنگا

ہم یہاں پر ناظرین کی توجہ اس امر کی جانب کشش کرنا چاہتے ہیں کہ ستری سکشا کیسی اشد ضروری چیز ہے۔ بڑے بڑے دھرم پرچارک براہمن اور سنیاسی اسقدر دھرم رکھشا نہیں کر سکتے جو ستری ہمالی سے سمبھو ہے بشرطیکہ انہیں سنسکرت اور ویدوں شاستروں کی تعلیم دیجائے بھٹاچاریہ جیسے دھرندھر ودوان رشی کی زبان سے یہ الفاظ نکلنا کہ ہم اسی دھرم ماتا کی شرن میں جائیں گے یقیناً کچھ معنے رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں ہمارے بھائیوں کا یہ فتوے پاس کر دینا کہ ستری جاتی کو پڑھانا لکھانا۔ یا ویدوں کی تعلیم دینا منع ہے۔ سو ان کی جہالت خود غرضی اور گمراہی ظاہر کرنے کے اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد مہاتما جی نے سنان کیا۔ نارائن جی کا دھیان کیا اور ناستکوں سے شاستر ارتھ کی ٹھان کر چل پڑے۔ اول راج دربار میں جاکر دیکھا کہ تمام دربار جین دھرمی لوگوں اور ان کے سادھوؤں کشپنک لوگوں سے بھرا پڑا ہے جو لوگ تلک نہیں لگاتے اور جو ویدوں کی نندا کرتے ہیں اور پرمیشور کو نہیں مانتے۔ جو فضول ترک میں ہی لگے رہتے ہیں اور اپنے مخالفوں کو شکست دینے کی ہی دُھن میں مگن رہتے ہیں۔ جو کبھی سنان نہیں کرتے ناپاک رہتے ہیں اور ارہنت دیوتا کا ہی نام لیا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے لوگوں کو دیکھکر وہ مہاتما کچھ دیر سوگ میں ڈوب گئے پھر اپنے آپکو سمبھال کر وہاں سے چلے اور راج محل کے اندر گئے اور رانی نے محل میں پہونچکر سوستی سوستی بچن بولے۔ رانی سوشیلا نے شری بھٹاچاریہ جی کا پورا ستکار کیا۔ نمسکار اور ستوتی کر کے دوسرے کہا کہ دھرم کا ناش ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپ ہی اسکی رکھشا کر سکتے ہیں۔ یہ سنکر مہاتما نے بچن کیا کہ ہم ادھرم روپی کلجگ کا ناش کریں گے۔

اس کے بعد مہاتما جی نے یہ مصلحت وقت سمجھا کہ ذرا اپنا بھیس جین دھرمی سادھو بدل

کی مانند بنالیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جینی سادہو بنکر راجا کے پاس جا پہونچے۔

معلوم ہوتا ہے کہ راجا کے پاس تک سوائے جینی لوگوں کے دوسروں کی گذر نہ تھی۔ کیونکہ بھیس جینی بنا لینے کے سوائے بھٹاچاریہ جی نے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جو اُس دہرم سے تعلق رکھتا ہو۔ چنانچہ جب راجا نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیسے یہاں آئے کیا چاہتے ہیں۔ تو صاف یہی جواب دیا کہ ہم تکو ستیہ دہرم اپدیش کرنے آئے ہیں اور صرف سات دنوں میں حقیقی گیان سکھلا سکتے ہیں۔ راجا نے کہا کہ اچھا ہم آپکی بات سنیں گے۔ اتنے دن آپ ہمارے مہمان رہیں طرح طرح کے بھوجن جو مرضی ہو کھائیں اور نوش کریں۔ رشی نے بھوجنوں کی فہرست جو بہت لمبی چوڑی ہے سنکر کہا جواب دیا۔ ذرا کان دیکر سننے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ارتھ۔ راجا کی بات سنکر مہاتما کہتے ہیں کہ ہمارے بالمیکی خاندان میں کھانے پینے پر دھیان نہیں ہے بلکہ دہرم کے نشچے کرنے ہی پر ساری طاقت صرف کرنا۔ اور سوکھے پتے کھا کر جبت اندری ہوکر جنم گذارنا ہمارے جنم کا اصلی کرتویہ ہے۔

شری بھٹاچاریہ جی بالمیکی خاندان سے ہیں اور شاید بالمیکی نام کی ایک کالستھوں کی شاخ ہے اسی سے مراد ہوگی۔ سکندہ پران والا جہاں انکو کالستھ ذات میں قائم رکھتا ہے وہاں بالمیکی سے مراد رشی رامائن کے مصنف بالمیکی سے لیتا ہے جو اول چانڈال پھر رشی ہوگئے تھے۔ خیر اس معاملہ میں پیدائش سے ذات پات ماننے والے چھان بین کریں ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔

یہاں پر جو فہرست لذیذ کھانوں کی مندرج ہے وہ ثابت کر رہی ہے کہ ہمارے بزرگوں کے وقت میں طرح طرح کے سواد شٹھ بھوجن بنائے جایا کرتے تھے اور جو لوگ غیر قوموں کی تعریفیں کرتے ہوئے ہمارے قدیم بزرگوں کو وحشی جنگلی یا چرواہے یا اور ایسے ناموں سے یاد کیا کرتے ہیں انکو واجب ہے کہ ذرا آنکھوں پر عینک لگا کر ان شلوکوں کو پڑھ لیں جو ثابت کر رہے ہیں کہ آریہ جاتی ایسی شائستگی کے اونچے معراج پر پہونچ رہی تھی جسکا تکڑ لگانیوالا صفحہ ہستی پر نظر نہیں آتا۔ خاص بات جو قابل توجہ یہاں پر ہے وہ یہ کہ سینکڑوں قسم کے لذیذ بھوجنوں کا تیار کیا جانا اونچے سے اونچے درجہ کی شائستگی کا ثبوت ہے۔ لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاں راجاؤں اور امیر امرا کے ہاں طرح طرح کے سواد شٹ بھوجنوں کی بھرمار رہتی تھی۔ وہاں تیاگی سادھو لوگ بھی ایسے درڑھ رہا کرتے تھے کہ ان راجاؤں کیطرف سے مہانداری ہونے پر بھی ایسے ونٹے بھوگوں پر لات مار کر سوکھی تہیاں جاکر جنم کا نتا درست سمجھا کرتے تھے۔

میں چاہتا تھا کہ ان بھوجنوں کی فہرست کو بھی یہاں نقل کروں۔ مگر طوالت کیوجہ سے چھوڑ دیتا ہوں۔ جو لوگ چاہیں اصلی مقام پر دیکھ لیں۔

بعدہ یوں ہوا کہ راج دربار میں کولاہل مچ گیا۔ گویا ایک آفت آگئی۔ سب اس فکر میں پڑ گئے کہ کسطرح شری بھٹاچاریہ جی کو شکست دیجائے چنانچہ سب نے صلاح کر کے کاشی سے اپنے مت کے ایک ودوان کرکوٹل نامی کو بلایا۔ وہ آگیا اور جسوقت وہ راجا کے روبرو آکر کھڑا ہوا تو شری بھٹاچاریہ جی بھی وہاں جا براجے۔ اتنے میں وہاں کچھ چھیڑ چھاڑ ہی شروع ہونے لگی تھی کہ رانی سوشیلا بھی وہاں پر پہونچ گئیں اور عام دربار میں وہ شری بھٹاچاریہ کے چرنوں پر گر پڑیں۔ راجہ یہ حال دیکھکر آگ بگولا ہو گیا اور رانی سے کہا یہ تم کیا کر رہی ہو۔ یہ براہمن کون ہے تم اُسے کیوں سجدہ کرتی ہو

تنے ہمسے چھل کیا اور اس نے بھی چھل کیا جو جین دہرمی سادہو کا بھیس رکھ کر یہاں گھس آیا۔ رانی نے راجا کو سمجھایا کہ یہ سچے دہرم کے جاننے والے رشی ہیں وہ پرمیشور کے بھگت ہیں۔ اور تم ان سے ضرور اپدیش گرہن کرو۔ اسی میں تمہارا کلیان ہو گا۔

بعدہٗ شاستراتھ شروع کرنے کی صلاح پختہ ہوگئی راجہ نے اور سب اہالیان سلطنت وحاضرین دربار نے اپنے دیوتا کی نندا کی۔ لیکن رانی سوشیلا ان سے شامل نہ ہوئیں۔ ایک ستری کا اسقدر اپنے دہرم میں درڑہ رہنا کہ ساری سلطنت ایکطرف اور وہ تن تنہا ایکطرف مضبوطی سے قائم رہی نہایت قابل تعریف بات ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر ستریوں کو انکا دہرم سکھلا دیا جاوے تو پرشوں کی بہ نسبت زیادہ درڑہ ہونگی۔ شاستر ارتھ خود راجا بھیم سُر نے ہی کیا جو کہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ چنانچہ ہم اُسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ یہاں سوال جین دہرم والے راجا بھیم سُر کا اور جواب ویدک دہرمی سوامی بھشاچاریہ جی مہاراج کا سمجھنا چاہیے۔

سوال۔ سنسار میں اصلی تتو کیا ہے

جواب دہرم سے بڑھ کر کوئی تتو نہیں ہے۔

سوال۔ وہ دہرم کیا ہے۔

جواب۔ وہی دہرم ہے جسے سارا سنسار جانتا اور کہتا ہے۔

سوال۔ جیسے آکاش میں تارے ہیں ویسا ہی یہ تمہارا وچن ہے۔

جواب۔ ایسا مت کہو ورنہ نرک کو جاؤ گے۔

سوال۔ نرک کیا ہے۔

جواب۔ نرک کی مثال تم ہی ہو تم نرک والے جیو ہو۔ (مطلب یہ کہ تم اسقدر غلیظ رہتے ہو کہ گویا تم ہی نرک مجسم ہو)

سوال۔ ہمارے مت میں تو اس شریر سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے

جواب - اس دیہہ کا ابھمان رکھنے (جسم کو ہی سب سے افضل ماننے) سے تو تمو جیون نام سے پکارا جاتا ہے۔

سوال - اچھا وہ تمہارا ایشور کون ہے اور وہ جیوآتما کون ہے بتلاؤ نہ؟

جواب - جسم کی ہی ہستی کو ماننے والے جو لوگ پرلوک کو نہیں مانتے اور اس جسم سے علیحدہ جانے والا جیو بھی نہیں مانتے۔ وہ نرک میں پڑتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ جسم سے علیحدہ جیو اور برہم کی ہستی ہے جو ایسا نہیں مانتے وہ گمراہی میں نرک کو جانے والے ہیں)

سوال - عمدہ عمدہ لذیذ بھوجن چاول گندم وغیرہ کو چھوڑ کر جو لوک سوکھے پتے چبا رہے ہیں اس سے بڑھ کر اور زیادہ نرک کیا ہوگا۔

جواب - بد ہی لوگ رجوگنی ہونے کی وجہ سے آرام طلب بنکر طرح طرح کے بھوگوں میں لپٹ ہوتے ہیں۔ پس وہ کروڑوں طرح کے دکھ والے نرک میں جائیں گے۔

(مطلب یہ کہ آرام طلبی وغیرہ میں مشغول رہکر جو لوگ دہرم کرم کو بھول گئے ہیں وہ پاپ کما کر نرک جانے والے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ شریر کو سوکھی پتی وغیرہ سے تکلیف دینا نرک کیوں نہ مانا جائے۔ جواب یہ کہ ایشور بھگتی اور جت اندری بننے کی غرض سے جو تکالیف برداشت کی جاتی ہیں وہ اصلی نرک نہیں کہ انکا پھل آئندہ سورگ یا مکتی پراپت کرانیوالا ہے مگر جیو برہم سے انکاری بنکر جسم کو ہی سب کچھہ مان لینا اور اسے خوب آرام دینا اسلئے نرک ہے کہ ایسا کرنے والے مرنے پر اپنے پاپ کرم کا پھل بھوگیں گے۔ کیونکہ وہ جب ایشور کی ہستی ہی کو نہیں مانتے تو ایشور کی بھگتی وغیرہ تپ تو ان سے ہوگا نہیں مگر ہنسا وغیرہ پاپ کما ہی لینگے اس لئے وہ لوگ نرک گامی ہونگے۔

سوال - یہ سنسار ہی سار (اصلی شئے) معلوم ہوتا ہے پس سارنگ کی جیسی آنکھوں والے (خوبصورت انسان) کے سوا اور دوسرا کون سورگ

تم سو کھلا سکتے ہو۔

(سارنگ پکشی اپنی آنکھوں کے لئے مشہور ہے اور جب آدمی کی آنکھیں سندر ہوتی ہیں وہ خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ راجا ہیم سر جسم کو ہی سورگ ثابت کر رہا ہے اور بھٹا چاریہ جی اسے ہی نرک بتلا رہے ہیں۔ پس یہاں سارنگ کی مثال دیکر کہا گیا کہ سنسار میں جو خوبصورت جسم ہے اسے پیار کرنا ہی سورگ ہوا

جواب۔ یہ شریر کیا ہے دراصل وہ ایک چمڑے کا پاتر ہے جس میں دو چھید بنے ہیں ایک سے بدبو دار ہوا خارج ہوتی ہے اور دوسرے سے ڈکار اور تھوک کھنگار وغیرہ نکل کر بدبو پھیلاتی ہیں۔ (پس ایسے ناپاک غلاظت سے بھرے جسم کو سورگ کیونکر کہہ سکتے ہیں لہٰذا وہ ضرور نرک ہی ہے)

سوال۔ مرنے سے قبل جس شے سے سکھ ملے اسے ہی پنڈت لوگ سورگ کہتے ہیں۔

جواب۔ پاخانہ پیشاب وغیرہ سے بھرا ہوا یہ جسم اسار ہے۔ اور جو اس اسار کو سار مانتا ہے وہ انسان زندہ ہی مردہ کی مانند ہے۔

(سوال میں یہ کہا گیا تھا کہ پنڈت لوگ جسم کو سکھ کا سامان ہونے سے سورگ ملتے ہیں۔ جواب میں یہ کہا گیا کہ جسم غلاظت کا بھنڈار ہونے کی وجہ سے سورگ نہیں بلکہ نرک ہے۔ اور جو اسے سورگ یا سار ملتے ہیں وہ پنڈت نہیں بلکہ مردہ ہیں

سوال۔ پانچ تتوؤں کا بنا ہوا یہ شریر مانند ایک چراغ کے ہے جس طرح چراغ کے ناش ہونے سے اسکا پرکاش بھی نشٹ ہو جاتا ہے اور تاریکی ہو جاتی ہے اسی طرح اس جسم کا ناش ہونا نرک ہے۔

(سوال کا مطلب یہ ہے کہ جسم سے علیحدہ جیو آتما کی کوئی ہستی نہیں ہے جیسے چراغ کو توڑ دینے پر وہ روشنی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح جسم کے کل پرزے ٹوٹ جانے پر اس کی روحانیت بھی نشٹ ہو جاتی ہے۔ اس لئے جسم جبتک زندہ ہے تب تک اسے آرام پہونچانا ہی سورگ ہے اس کی موت نرک ہوگی

جواب - جو اشریر میں دیپک کے پرکاش کی مانند) پرکاش ہو رہا ہے وہ سچدا اننذ کا پرکاش ہے - ناش تو صرف دربیہ (جوہر) کا ہوتا ہے - دیپ (پرکاش) کا ناش نہیں ہوا کرتا - اسی لیے تو پنڈت لوگ اسے دیپک کہتے ہیں -

(چراغ کی مثال سوال میں دی گئی تھی کہ چراغ کو توڑ دینے سے اس کی روشنی بھی نیست ہو جاتی ہے - جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ مٹی کا چراغ یا لیمپ بتی اور تیل کو توڑ پھوڑ ڈالئے سے اگرچہ وہ روشنی نہ دے سکے مگر دراصل روشنی کا ناش نہیں ہو سکتا - یہ مسئلہ سائنس کا ہے اور وہ سائنسدان بخوبی جانتے ہیں کہ لیمپ کے ناش سے پرکاش کا ناش نہیں ہو سکتا - پس درشٹانت میں یوں ہوا کہ جسم کا ناش کرنے سے جیوآتما روپی پرکاش کا ناش نہیں ہو سکتا - لہذا ثابت ہوا کہ جسم سے علیحدہ ایک وجود ہے - پس یہ جسم نرک ہی ہے - کیونکہ یہ تو غلاظت کا پتلا ہے، مگر وہ چین آتما شدھ پوتر ہے)

سوال - تم سوکھے پتے چبانے والے خشک بکواس کرنے والے جسم میں بھسم لگا کر اسے جلانے والے گدھوں کی مانند بھوکے مرتے ہوئے چلاتے پھرتے ہو -

(اب عقلی دلائل کا خاتمہ ہو گالی پر بات آگئی نیا رشاستر میں نگرہ ستھان یعنی شکست کے مقاموں میں اسے ایک کہا گیا ہے کہ جب وادی ہارنے لگتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے)

جواب - تم شنکار کی مے میں چور ہو حقیقت کو دیکھتے ہوئے بھی اندھے بن رہے ہو - فضول مباحثہ کرنے کے بوجھ کو اٹھا رہے ہو اس سے بڑھ کر اور کون گدھا ہوگا -

(جیسے کا تیسا جواب دیا گیا)

سوال - مجھے دھن دولت راجیہ اور استریاں پراپت ہیں اور میں خود مختار ہوں تاہم وہ سوبھاگ حقی میں نہیں بھوگتا - پس اپنا حق بھوگنا سوئیگ کیوں نہیں

جواب۔ دوسرے کا ان دہن اور ستر یوگ جو لوگ ہو گئے ہیں ان کے لئے یم کا پھانسی تیار ہے۔

سوال۔ کون بندہ ہے اور کون مکت ہے۔

جواب۔ جو اہنکار میں مست ہے وہ بندھا ہوا ہے اور جو برہم گیان اور ایشور کا پرتی پادن کرنیوالا ہے وہ سدا مکت ہے۔

سوال۔ جیو ایشور دونوں کو تم ایک کسطرح کہتے ہو۔

جواب۔ جو اہنکار سے چھوٹے ہوئے اور مدمتس سے بھی رہت ہیں وہ پر برہم میں محو رہنے والے موکشو ہی نتیہ ایشور ہیں۔ اسلئے جین مت کو ترک کر کے دہرماتما بن جاؤ۔

اس کے بعد وہ راجا معہ ساری پرجا کے جین مت کو ترک کر کے شری بھٹاچاریہ جی کا ششیہ بن گیا۔

اوپر کے شاستراتھ میں کسطرح باقاعدہ گفتگو ہوئی ہے یہ امر بخوبی ظاہر ہو رہا ہے۔ آخری حصہ میں جواب نوین ویدانتی اصول کے بموجب دیا گیا ہے چونکہ اُن دنوں اسی کا پرچار تھا اسوجہ سے ہر ایک مضمون کا خاتمہ اس مسئلہ پر کیا جاتا ہے۔

اس سے آگے کئی کرامات وغیرہ کی باتیں مندرج ہیں۔ خیر ہمارا مطلب صرف اتنے ہی سے تھا۔ اوپر جو ہمنے کہا تھا کہ پرانوں میں ایسی تحریرات موجود ہیں جنسے انکا ویدویاس کی تصانیف ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ پس اب ہم ناظرین کو بتلانا چاہتے ہیں کہ شری بھٹاچاریہ جی سوامی شنکراچاریہ جی کے ہمعصر تھے پس اس سکند پران میں اس شاستراتھ کی موجودگی سدھ کر رہی ہے کہ آج سے دو ہزار سالوں قبل کی یہ بات اس میں درج ہے۔ پس ضرور وہ اس واقعہ کے بعد تصنیف ہوا ہوگا۔

اب صاف ظاہر ہو گیا کہ پندرہ سولہ سو برس کی کتاب اگنیہ پران ہو سکتی ہے

ممکن ہے اس سے بھی کم زمانہ کی وہ ثابت ہو سکے لیکن ہر حالت میں ویدویاس جی کے وقت کی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ شری بھٹاچاریہ جی سے بہت عرصہ قبل ہو گذرے ہیں۔ جبوقت نہ تو جین دہرم تھا اور نہ بودھ دہرم ہی صفحہ ہستی پر آیا تھا

اس سکندھ پران کی تحریر سے معلوم ہوا کہ کسطرح شری بھٹاچاریہ جی مہاراج نے جین دہرمی لوگوں کو شکست دے کر ویدک دہرم از سر نو قائم کرایا ہے جو لوگ پرانوں کو بالکل ردی تصور کر چکے ہیں ان سے ہماری یہی پرارتھنا ہے کہ وہ انہیں ابھی ترک نہ کریں انکا پورا مطالعہ کر کے ایسے لیسے تاریخی واقعات چھانٹ لیں جو ہماری قوم کے مردہ جسم میں ایک مرتبہ پھر روح پھونکنے کا کام دے سکیں اور ہم اگر کوشش کریں تو آج پھر سوشیلا دیوی پیدا ہو سکتی ہیں جو کسی نہ کسی بھٹاچاریہ کو لا کھڑا کریں گی کہ او ویدک متوں کا ناش کر کے ستیہ سناتن ویدک دہرم کو ستھاپت کرا دیوے۔ اوم شم

(منگلانند پوری)

دیرگھ آیو

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

(۵) ایسی شرافت و نازک پسندی سے باز آؤ جو صرف تمہارے ہی جسم کو برباد نہیں کرتی بلکہ آنیوالی نسل کے لئے مضر ہوگی۔

(۶) زندگی کا کوئی خاص مقصد ہر وقت نگاہ کے سامنے رکھو جو تمہاری تمام خواہشات پر غالب رہے جو تمہارے ارد گرد رہنے والوں کے لئے زیادہ مفید ہو اور جس میں خاص تمہارا ہی بھلا نہ ہو میں جس بات سے بہت خوش ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے ایک کام ملگیا ہے جسکا تعلق مجھ سے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا سے ہے

مسٹر اننگ ریگ ایک نہایت دیرینہ سال بزرگ ہیں جو ۸۳ برس ۔ ۔

میں چین کی طرف سے بہ حیثیت سفیر کام کرتے ہیں مفصلہ ذیل دیرگھ آیو
کے لئے لکھتے ہیں

(۱) میں صبح کو نہ ناشتہ کرتا ہوں نہ شام کو ٹفن کھاتا ہوں۔ دن رات میں صرف
دو مرتبہ کھانا کھاتا ہوں

(۲) میں کسی طرح کا گوشت نہیں کھاتا۔ میری خوراک صرف چاول اور گیہوں
کی روٹی ہے۔ سبزی ترکاری اور تازہ پھل پھول بھی شامل ہیں۔

(۳) قہوہ۔ کوکو۔ چائے۔ شراب۔ مصالحہ دار روغنی اغذیہ سے مجھے
ہمیشہ پرہیز ہے۔

(۴) میں نمک بھی استعمال نہیں کرتا۔ کیونکہ نمک ہڈیوں کو جلد گلا دیتا ہے

(۵) میں ہر ایک لقمہ کو چبا چبا کر کھاتا ہوں اور نگلنے سے پہلے اسکو خوب
باریک کر لیتا ہوں

(۶) میں کھاتے وقت پانی نہیں پیتا بلکہ کھانے کے ایک دو گھنٹہ بعد

(۷) میں لمبی اور گہری سانس لینے کا شغل کرتا ہوں کچھ تھوڑی بہت ورزش کر لیتا ہوں۔

ہمارے داوا بھائی نوروجی بزرگ ۴ ستمبر کو ۸۲ سال کے ہو چکے ہیں آپنے
دیرگھ آیو کے متعلق مفصلہ ذیل فرمایا ہے۔

ابھی اتنی عمر میں آجتک میں نے شراب نہیں پی۔ گوشت نہیں کھایا یا چکھا
تمباکو نہیں پیا۔ تیز چٹپٹے مصالحے دار اچار وغیرہ نہیں کھائے۔
تموگن کے پاس نہیں گیا۔ ہمیشہ بڑی محنت کرتا رہا۔ تمام کام کاج ہمیشہ
مقررہ طریقہ سے کئے۔ ان کے علاوہ جسم کی حفاظت کے مفصلہ ذیل دس
دستور العمل بتائے ہ

(۱) حقیقی صحت جسم ظاہری کی صحت ہی نہیں بلکہ ظاہری اور باطنی ہر دو
اجسام کے امراض سے پاک ہوتی ہے۔

(۲) جسم دل اور روح ان تینوں کی جن سے ترقی ہوتی رہے وہی صحت سمجھے

سچے قواعد ہیں۔

(۳) صحت مند رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غذا اچھی طرح کھائی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اچھی صفات میں رغبت ہو جس سے عمر بڑھے سب کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(۴) ظاہری اور باطنی جسم استھول اور سوکشم شریر کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ایک کے بغیر دوسرا رہ نہیں سکتا۔ ظاہری جسم کو اس کی اپنی غذا کی ضرورت ہے اور باطنی کو اس کی اپنی ظاہری جسم کی خوراک لڈو باقاعدہ تمیز ہے اور باطنی کی صفات حسنہ اور نیک چلنی۔

(۵) بخار۔ کھانسی۔ دمہ وغیرہ ظاہری جسم کی بیماریاں اور شہوت۔ غصہ۔ ایرشا۔ دویش سستی وغیرہ باطنی جسم کی بیماریاں ہیں۔

(۶) ظاہری جسم کی بیماریاں پہلے جسم کو اور پھر دل کو کمزور اور ناپاک بناتی ہیں اور امراض باطنی پہلے دل اور پھر جسم کو مریض بناتی ہیں۔

(۷) ساتوک بھوجن کھانا جسم کو صحت مند رکھتا ہے اور اسکو اچھی صفات سے بہرہ ور بناتا ہے

(۸) تامسی کھان پان مثل شراب گوشت وغیرہ دلکو تموگن اور اوگن بناتا ہے

(۹) پروپکار رحم۔ ہمت۔ عفو۔ حوصلہ سودیش۔ سیوا وغیرہ اچھی صفات دلکو ترقی دیتے ہیں۔ اور جسم کو صحت کی حالت میں رکھکر عمر درازی کرتے ہیں۔

(۱۰) جسمانی اور باطنی دونوں طرح کی صحت ہونے سے ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ عمر بڑھتی ہے اور آبرو ملتی ہے۔

پیارے سجنو۔ اب جن آراؤں کو آپ سے پیش نظر کرنے کا بندہ نے حوصلہ کیا ہے۔ اونسے آپکو خود بخود پتہ لگ جائیگا کہ عموماً وہ قدیمہ طریقے اور سادھن ان میں ہیں جنکا ہمارے پوروجوں۔ رشی منیوں۔ مہاتماؤں۔ دھرماتما۔ مہرشی لوگوں نے اپنے جیونوں دوارا اور اپنے چھوڑے ہوئے ابھشیہ چھند ۳ اپنشد

درشن - سمرتی - آدی - ستیہ شاستروں دوارا عملاً اپدیش کیا ہے - اب کیسے شوک اور افسوس کی بات ہے کہ انیہ دلیشیہ لوگ تو ہمارے رشیانہ طرز رہائش وطریقہ کھان پان آچار بیوہار کو نہ صرف پسند ہی کریں بلکہ عملاً ان طریقوں کو اپنے جیونوں میں گھٹا کرمنانعت بیشمار اٹھائیں - اپنے لوگوں میں ان باتوں کا سبھا سوسائیٹوں دوارا پرچار کریں - کتابیں لکھکر ان کی اشاعت کریں ہوٹل کھولکر عملی ثبوت اس بات کا دیں کہ وہ دل سے رشیانہ سادھنوں کی عزت کرتے ہیں - اور اپنے لوگوں میں ہی پرچار کو محدود نہ رکھکر ہم (جو کہ رشیوں کے پتر ہونے کا دعوے کرتے ہیں) تک بھی پہونچانے کا انتظام کریں واقعی یہ الٹا گنگا کا پرواہ ہے - کہاں تو یہاں سے پرچارک اپدیشک جاتے رہے اور جانے چاہیئے تھے - اور کہاں آج ہماری ایسی گری ہوئی حالت کہ انیہ دلیشیہ لوگ ہمارے رشیانہ طرز کو اختیار کرکے ہمیں شرمندہ ہونے کا موقعہ دیں نہ جانے اس سرزمین میں مہا بھارت کے گھور یدھ کے بعد کیسا بیج ڈل گیا ہے جو شری سوامی دیانند جی جیسے بال برہمچاری - تیاگی - یوگی وودان - مہاتما نہ سنیاسی - پرو پکاری - دہرماتما - کے دلیش بھگت کے آنے پر بھی لوگوں نے اپنے فرائض کو پورے طور سے محسوس نہیں کیا - کیا یہ سخت افسوس نہیں کہ ایسی رشیوں کی متبرک سرزمین جہاں اہنسا پرمودہرم کا پر دفعہ اپدیش دیا گیا تھا وہاں آج وحشی قاتلانہ مذموم پر نون مکروہ طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے بھی دیرگھ آیو کے خواب آئیں -

آج پوشیدہ پوشیدہ ماس کھانیوالے صندوق لیکر بے گناہ جانوروں کو مارکر انکے گوشت سے خوش ہونیوالے بھی دیرگھ آیو کے خواب لیں تو بس - این خیال است و محال است و جنوں -

آریہ سماج جسنے تمام سنسار کے سدہار کا بیڑا اٹھایا تھا اس ہی آج ایسے آدمی بھرتی ہو ہوجائیں جو یہ کہیں کہ کھان پان سے دہرم نہیں بگڑتا - ہا شوک - -

ویدک فلسفہ کی عظمت

نمبر ۴

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ماہ اگست ۱۹۱۰ء

مولوی آزاد سبحانی صاحب کے جوابات کا سلسلہ

سوال نمبر ۱۶ - ویدانت فلسفہ کے مطابق توحید کی تعریف کرو اور اس کے ثبوت کی دلیل لکھو۔

جواب ودیارتھی - ویسا ایشور نہ دوسرا ہے۔ نہ تیسرا ہے نہ چوتھا ہی ہے

(اتھروید کانڈ ۱۳ انواک ۲۴ منتر ۱۶)

نہ پانچواں نہ چھٹا نہ ساتواں ہی ہے (ایضاً منتر ۱۷)

نہ آٹھواں نہ نواں نہ دسواں ہی ہے (ایضاً منتر ۱۸)

وہ ایشور اس تمام کائنات میں ویاپک ہے اور یہ تمام کائنات اسی کے سہارے قائم ہے۔ وہ ایسا ایک ہے۔ ایک ہے اور بالتحقیق ایک ہے (ایضاً منتر ۲۰)

وہی ایشور تمام طاقتوں کا مخزن ہے (ایضاً منتر ۲۱)

یہ تمام کائنات جو کہ پیدا ہو چکی ہے اور آئندہ پیدا ہوگی اور جو کہ اب موجود ہے اس سب کا پیدا کرنیوالا وہ ایشور ہے۔ وہ جیووں کو موکش کا دینوالا ہے وہ سب کو پیدا کرتا ہے اور آپ کسی سے پیدا نہیں ہوا اور سب جوگیوں کو علیحدہ ہے (یجروید ادھیاء ۳۱ منتر ۲)

ان وید منتروں میں توحید خدا اس درجہ مکمل اور جامع بیان کی گئی ہے کہ جس میں نہ تو کچھ ایزاد ہو سکتا ہے اور نہ کمی ہو سکتی ہے۔ ہمارا دعوے ہے کہ اس سے جامع اور

مکمل تعریف توحید خدا آجتک نہ تو بیان ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گی۔ اس واسطے ہمارے لئے اس سے علیحدہ کوئی اور تعریف کرنا غیر ضروری ہے۔ البتہ ہم اس کی فلسفیانہ تشریح ظاہر کر دینا چاہتے ہیں تاکہ دلیل عقلی سے بھی اس تعریف کے مکمل اور جامع ہونے کی فضیلت ظاہر ہو سکے

عام فلسفیانہ اصول کے مطابق کسی شئے کی وحدت تین طرح ہو سکتی ہے۔

(۱) وحدت فی الوجود۔ یہ کہ وہ شئے وجود میں واحد ہو یعنی صرف اسی ایک شئے کا وجود ہو اور باقی کوئی وجود ہی نہ ہو۔

(۲) وحدت فی الذات۔ یہ کہ وہ شئے ذات میں واحد ہو یعنی جیسی اس شئے کی ذات ہے ویسی ہی دوسری ذات کوئی نہ ہو۔

(۳) وحدت فی الافعال۔ یہ کہ وہ شئے قوت اصدار فعل میں واحد ہو یعنی جس قسم کے فعل اس شئے سے صادر ہوئے ہوں اور صادر ہو سکتے ہوں۔ کوئی دوسری شئے اس قسم کے افعال کا مصدر نہ ہو اور نہ ہونے کا امکان ہو۔

سوائے ان تین اقسام کے اور کسی چوتھی قسم کی وحدت کسی شئے کی ہو ہی نہیں سکتی۔

وحدت فی الوجود تو بدیہی طور پر باطل ہے۔ کیونکہ اسوقت بدیہی طور پر کم سے کم تین وجود یعنی خدا۔ روح۔ مادہ موجود ہیں۔ مذاہب تقریباً تمام ہی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ زمانہ حال میں کم از کم تین چیزوں خدا۔ روح۔ مادہ کا وجود ہے اسلئے اسوقت تو وحدت فی الوجود کا عدم مسلمہ ہے۔

وحدت فی الوجود کبھی پہلے زمانہ میں ہو گی۔ جو مذاہب موجودہ دنیا سے پہلے صرف ایک خدا کی ہستی مانتے ہیں اور مادہ اور روح کو پیدا شدہ بتلا کر اس توحید خدا کو بڑی بھاری عظمت دیتے ہیں۔ وہ دراصل ثانی توحید کے قائل ہیں۔ جو کم از کم اس وقت سے ہے جب سے خدا نے روح اور مادہ کا وجود پیدا کیا اور جبتک ان کا وجود باقی ہے۔ فانی ہے۔ اسیواسطے ویدوں میں ایسی توحید نہیں مانی گئی۔

ایسی توحید صحیح طور پر صرف منکران خدا ہی مان سکتے ہیں جو صرف ایک مادہ ہے وجود کے ہی قائل ہیں اور خدا یا روح اور کسی شے کا وجود مادہ سے علاوہ نہیں مانتے۔ لیکن ہندوؤں میں اس توحید کو بھی لطیف طور سے ایک فرقے نے مانا ہے جو اپنے کو ویدانتی (نوین ویدانتی) کہتے ہیں جنکا عقیدہ ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہے سب خدا ہے۔ وہ لوگ موجودہ دنیا۔ روح اور مادے کے معلول وغیرہ کو بھی خدا سے الگ کوئی شے نہیں مانتے جیسا کہ فرقہ ہمہ اوست کا عقیدہ ہے۔ مشہور صوفی شیخ فرید الدین عطار کہتے ہیں۔

من خدا ام من خدا ام من خدا

فارغم از کینہ و حرص و ہوا

گو اس فرقہ کی توحید فلسفیانہ طور سے خواہ ثابت نہ ہو سکتی ہو لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنی اس توحید میں اُس توحید سے جو کبھی پہلے بھی اور اب نہیں ہے زیادہ لفاست پیدا کر دی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ یکساں تو ہے اور فانی نہیں ہے۔

وحدت فی الذات۔ اسی وحدت کو اتھرووید کے منتر ۱۶-۱۷-۱۸-۲۰ میں بیان کیا ہے کہ جیسا وہ ایشور ہے ویسا کوئی دوسرا تیسرا وغیرہ نہیں ہے۔ یہ طرز بیان اور وید کی سنسکرت کی بلاغت کی خوبی ہے کہ دس تک بیان کر کے اس سے آگے گویا لاانتہا

---

۱ ہمنے چونکہ سوالات کے جوابات دینے میں یہ وعدہ کر لیا ہے کہ سوائے اپنی جوابدہی کے الزامی جواب نہ دینگے۔ اس لئے اس بارے میں ہم کچھ زیادہ نہیں لکھتے ہیں۔ ویدک توحید کے بارے میں ہم ایک علیحدہ ٹریکٹ لکھ رہے ہیں جس میں فلسفیانہ طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ ویدک طریقہ کے بموجب ہی خدا کی توحید ممکن ہے اور سب میں افضل ہے اور دیگر مذاہب کی توحید فانی یا محال ہے۔ ۲ سوامی درشنانند ویدک فلسفہ کے ایک بڑے عالم متبحر ہیں انہوں نے علماء اسلام سے نہایت لطفین بحثیں

دیکھو صفحہ ۴۴

ذات خدا ہونے کی تردید کی ہے۔ کیونکہ ممکن تھا کہ معترض یہ کہتا کہ اچھا دو خدا نہیں ہیں
تین تو ہیں وغیرہ۔ اس لئے دس تک اسواسطے بیان کر دیا کہ آگے تمام سنہیے وہیں
ہی کے بند سوں سے ہتے ہیں۔ اس لئے جب پوری علت کا عدم ثابت کر دیا گیا تو اس
کے معلول کا عدم آپ ہی ثابت ہو گیا۔ اب جب یہ تبلا دیا کہ دیسا ایشور نہ دوسرا ہے

بقیہ حاشیہ سوال کئے تھے جن کے جوابات میں اسلامی عالموں کو بھی دانتوں پسینہ آگیا۔ ہر ایک
سوال کے متعلق جوابات دیتے ہوئے۔ آپسمیں ہی اسقدر اختلاف ہوئے کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے
منجملہ ان کے ایک سوال توحید کے متعلق بھی تھا جسکو سوامی جی مہاراج موصوف نے
فلسفیانہ طرز پر ترتیب دیکر اور منطقیانہ مغالطہ ڈالکر ایک ایسا باریک نقص اس لئے چھوڑ دیا
کہ اسلامی عالموں کی نبض کا اندازہ ہو سکے۔ لیکن جواب تو صحیح کیا؟ تقریباً سب ہی اسلامی عالم
اس سوال کے منطقی مغالطہ میں آگئے اور کسی کو سوال کا وہ نقص ہی نہ سوجھا۔ سوامی جی موصوف
نے تین طرح پر توحید قائم کر کے پوچھا تھا یعنی (۱) توحید بالذات (۲) توحید بالصفات (۳) توحید
فی العبادت۔ سب نے ہی جوش اسلامیت میں یہ جواب دیا کہ اسلام تینوں قسم کی توحید مانتا ہے
حالانکہ اس سوال میں باریک مغالطہ منطقی یہ ہے کہ دراصل دو قسم کی توحید ہی بیان کر کے ایک
توحید کے دو شق ایسے کر دیئے ہیں کہ وہ ناواقفان کو تین قسمیں نظر آتی ہیں۔
یعنی (توحید فی الذات) اور (توحید فی الصفات) دونوں علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ کیونکہ جو
شے ذات میں واحد ہوگی صفات میں ضرور واحد ہوگی۔ کوئی شے ایسی نہیں ہو سکتی کہ جو صفات
میں واحد نہ ہو اور پھر اس کو کسی دوسری ذات کے تعلق سے واحد کہہ سکیں۔ جب تمام صفات
یکساں ہیں تو ذات ضرور یکساں ہے اور جب ذات یکساں ہے تو صفات بھی ضرور یکساں ہیں
ایک کی وحدت مستلزم ہے دوسرے کی وحدت کو اسلئے جو شے واحد فی الذات ہے وہ واحد
فی الصفات بھی ہے اور جو واحد فی الصفات ہے وہ واحد فی الذات بھی ہے۔ کیونکہ ذات
کے پہچاننے کا ذریعہ صفات ہی ہوتی ہیں اور مولوی آزاد سبحانی تو خود یہاں تک کہتے ہیں
کہ "صفات کے مجموعہ کا ہی نام ذات ہے۔ صفات سے علیحدہ ہرگز ہرگز ذات کوئی چیز نہیں۔" لاکھ سنگھ

نہ نمبر ۱ وغیرہ تو یہ ضرورت تھی کہ بتلایا جاوے کہ وہ ایک ہے کیسا؟ تو منتر (۲۰) میں بتلایا کہ تمام وجودوں میں وہ ایک ہے اور سب اس کے سہارے ہیں جو خصوصیت کہ اسی ایک واحد ایشور میں ہے اور ہو سکتی ہے اور کسی شے میں نہیں۔ اس منتر کے آخیر میں یہ بتلایا کہ ایسا وہ ایک ہے ایک ہے اور بالتحقیق ایک ہے یعنی ایک ذات ہونے کا فیصلہ قطعی کر دیا۔ اس لئے ویدوں میں توحید فی الذات مانی گئی ہے۔

تیسرے: وحدت فی الافعال۔ اتھروید کے منتر (۲۱) میں بتلایا ہے کہ وہ تمام طاقتوں کا مخزن ہے یعنی بلحاظ طاقت کے بھی وہ واحد ہے اور پھر وید کے اگلے منتر میں بتلایا ہے کہ اس لاتناہی کائنات کو وہ ایشور ہی بناتا اور بگاڑتا ہے جو اپنی قسم کا واحد فعل ہے اور جس فعل پر موجودہ دنیا میں کوئی قادر نہیں ہے۔ اس کے بعد بتلانے کی ضرورت تھی کہ ایسے واحد فعل کا نتیجہ کیا ہے؟ کیونکہ ہر فعل کا کچھ نتیجہ ہوتا ہے۔ بتلایا وہ موکھش کا بھی دینے والا ہے جو خالص اور اپنی نوعیت کا بے نظیر سکھ ہے۔ ایشور کو موکھش کا سکھ دینے والا اسلئے بتلایا ہے کہ اس کے گیان دینے اور سرشٹی بنا کر مختلف قالبوں میں جنم دیکر برائی کے سنسکار مٹانے پر ہی جیو موکش کے سکھ کے قابل ہوتا ہے۔ اگر ایشور یہ کام نہ کرے تو موکش نہ مل سکے اس لئے اسکو موکش کا دینے والا کہا ہے اور اس کے بعد اس ایشور کی اس واحدانیت کے لئے خصوصیت بیان کی ہے کہ جسطرح اور سب چیزیں اس سے پیدا ہوتی ہیں وہ خود کسی سے پیدا نہیں ہوتا یعنی مادہ روح جسطرح متغیر ہو کر بصورت معلول ہو جاتے ہیں اسی طرح وہ متغیر نہیں

ٹریکٹ نمبر ۳ مدرسہ الہیات کا نیچر موسوم بہ سماجی پر میگور (سوال ۱۱۰ صفحہ ۹ سطر ۱)
پس جب مولویصاحب کے متعلق کے مطابق ذات صفات سے علیحدہ کوئی شے نہیں تو وحدت فی الذات اور وحدت فی الصفات علیحدہ علیحدہ کسطرح ہو سکتی ہیں ایسی حالت میں اسلامی عالموں کا اس سوال کی تہ تک ہی نہ پہنچنا اور یہ کہنا کہ اسلام تینوں قسم کی توحید مانتا ہے ایک قسم کا کلام بالضد ہے۔ اور اسپر ویدک فلسفہ کی باریکیوں کا سمجھنا (خیال است و محال است و جنوں)

ہوتا ہمیشہ ایک جیسا رہتا ہے اور تمام بھوگوں یعنی دکھ سکھ وغیرہ سے علیحدہ ہے۔
وحدت فی الافعال کے عام فلسفیانہ اصول توحید میں جسقدر شق ہو سکتی ہیں
ان سب کو نہایت عمدگی سے ان وید منتروں میں بیان کر دیا گیا ہے اور یہ
ویدوں کی سنسکرت کا کمال ہے۔ یعنی وحدت فی الافعال میں اول طاقت
کی وحدت ہونی چاہیئے جو مصدر افعال ہے اسکو اتھروید منتر ۲۰ میں بیان
کیا اس کے بعد اس طاقت سے جو فعل ہوا اس میں وحدت ہونی چاہیئے۔ اسکو
یجروید کے منتر میں بتلایا ہے کہ دنیا کا بنانا اور بگاڑنا جیسا واحد فعل اس سے
صادر ہوتا ہے۔ پھر فعل کا جو نتیجہ ہو وہ بھی واحد ہونا چاہیئے اسکو آگے بتلایا کہ موکش
ہوتا ہے اور یہ بتلاکر جس ذات میں یہ سب وحدت ہیں اس کی خصوصیت بتلائی
کہ غیر پیدا شدہ اور دکھ سکھ سے علیحدہ ہے اور اسی طرز بیان میں یہ خوبی ہے کہ
جیووں کے تعلق سے وحدت فی العبادت بھی ظاہر کر دی ہے کیونکہ بتلا دیا ہے
کہ وہ موکش کا دینے والا ہے جس سے ظاہر کر دیا ہے کہ اسی واحد کی اپاسنا
کرنے سے وہ واحد اور لاثانی سکھ یعنی موکش حاصل ہو سکتا ہے

سوال نمبر ۱۷۔ جب کہ روح اور مادہ خدا کی مانند غیر مخلوق ہیں تو یہ خدا سے
ہیٹے کیوں رہے۔

جواب دیانندی۔ اس لئے کہ سب غیر مخلوق تھے اور کوئی چیز کسی
نے کہیں سے حاصل نہ کی تھی اگر کوئی چیز کسی کو حصول سے ملتی تب تو یہ اعتراض
درست تھا کہ ایک نے کیوں حاصل کی اور دوسرے نے کیوں نہ حاصل کی
مولوی صاحب نے الٹا سوال کیا کیونکہ مخلوق ہونے پر تو یہ اعتراض ہوتا
ہے کہ ایک ایسا کیوں بنایا اور دوسرا ویسا کیوں لیکن جو شے فطرت سے
جیسی ہے وہ ویسی ہی ہے

سوال نمبر ۱۸۔ خدا میں کونسی چیز تمام کمالات کے پائے جانیکا منشا ہے اور
آیا وہ منشا روح و مادے میں موجود ہے یا نہیں۔

جواب ودیارتھی۔ اُس ایشور میں کامل ولا انتہا علم ایسا وصف ہے جو اُس کے سوائے اور کسی میں نہیں ہے (لوگ درشن پہلا پاد سوتر ۲۵)

کامل و لاانتہا علم جو روح اور مادے میں نہیں ہے ایشور میں تمام کمالات کا مخزن ہے علم ہی دنیا میں بھی تمام کمالات کا منشا ہے جسقدر کہ زیادہ ہو۔ علم سے ہی تمام طاقتیں حاصل ہوتی ہیں۔ حضرت سعدی کہتے ہیں "بے علم نتواں خدا را شناخت" خوش بیان شاعر نظامی نے کہا ہے

چہ نیکو متاعیست کار آگہی
کزیں نقد عالم مبادا تہی

سوال نمبر ۱۹۔ ہر چیز میں ایک ذات ہوتی ہے اور باقی صفات۔ خدا میں بتاؤ کونسی چیز ذات ہے اور کون کون سی چیزیں صفات۔

جواب ودیارتھی۔ صفات کہتے ہی انکو ہیں جن سے ذات پہچانی جاتی ہے۔ صفات سے الگ ہو کر ہم کسی ذات کو نہیں جان سکتے۔

سید احمد خاں صاحب تفسیر قرآن میں لکھتے ہیں:۔

"انسان کے ذرائعہ علم ایسے ہیں کہ محسوسات کے صرف عوارضات کو جان سکتا ہے۔ ماہیت کو نہیں جان سکتا اور غیر محسوس کے صرف وجود یا عدم کی تفریق یا تکذیب اکر سکتا ہے۔ ماہیت کو ہرگز نہیں جان سکتا۔"

(التفسیر و تشریح رسالہ انتظر مولفہ سید احمد خاں صاحب)

اور مولوی صاحب آپ تو ذات کو صفات سے الگ کوئی شے مانتے ہی نہیں جیسا کہ آپ نے ٹریکٹ نمبر ۳ میں تحریر کیا ہے۔

صفات کے مجموعہ کا ہی نام ذات ہے۔ صفات سے علیحدہ ہرگز ہرگز کوئی ذات شے نہیں۔ (ٹریکٹ نمبر ۳ مدرسہ الہیات کا نیور سوال نمبر ۱۱ صفحہ ۵۹ سطر ۱۱)

اس لئے علیم کل محیط کل وغیرہ صفات جس ذات میں پائی جاتی ہیں وہی ذات خدا ہے باقی خدا کی تمام صفتیں معلوم کرنی ہوں تو ستیارتھ پرکاش کا پہلا باب

پڑھ لیجئے۔ اور معمولی طور سے آریہ سماج کا اصول نمبر ۲ کافی ہے۔

سوال نمبر ۲۰۔ یہ بتاؤ کہ تناسخ کے پورے سلسلے کا نتیجہ کیا ہے۔ اگر کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ یہ سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ کام کئے جاؤ اور سزا و جزا بھگتے جاؤ تو انسانوں کو آسانی کیا ہوئی اور خدا کا رحم کیا ہوا۔

جواب ودیارتھی۔ تناسخ کا نتیجہ ہے۔ موکش کا ثانی خالص سکھ۔ جو انسانی زندگی کی چند منٹ یا گھنٹوں کے سکھ سے کیا انسانی زندگی سے ہی جسکو اگر سو سال شمار کیا جاوے تو اکتیس کھرب دس ارب چالیس کروڑ گنا اور آجکل کی اوسط عمر کے لحاظ یعنی ۵۰ سال سے باسٹھ کھرب بیس ارب اسی کروڑ گنا زیادہ ہے اور پھر جس میں کبھی دکھ ہوتا ہی نہیں دنیاوی چند منٹ یا گھنٹوں کے سکھ میں تو ساتھ ساتھ دکھ بھی ملے ہوئے ہیں۔

سوال نمبر ۲۱۔ روحیں اپنے اعمال کے اثرات سے خود سزا و جزا پاتی ہیں۔ جیسا کہ زہر خوردہ شخص زہر کے اثر سے خود بخود تکلیف اٹھاتا ہے۔ یا خدا انکو انتظاماً سزا و جزا دیتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ روح اپنے برے کرداروں کے سبب سے عذر دہ رہا کرے۔ پہلی صورت میں خدا کو کچھ دخل نہیں رہتا۔ تب یہ کہنا کہ انسان عمل کا نتیجہ پلتے ہیں تابع مرضی ایشور ہے۔ کیونکر صحیح ہوگا۔ دوسرے اس تقدیر پر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بعض روحیں گناہوں کے اثر سے مجبور ہو کر جانوروں کے قالب میں خود بخود گھس جائیں۔ دوسری صورت میں کئی باتیں غور طلب ہیں ایک یہ کہ خدا کو سزا و جزا کا حق بھی حاصل ہے یا نہیں۔ جب تم مانتے ہو کہ انسان کے تمام اعمال و افعال اور ان کے تمام خواص و صفات خود ان کے ہیں خدا نے صرف ان کے دو جزوں کو باہم ملایا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کو انسانوں کے اعمال و افعال کے انتقام کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ کوئی خاص بات خدا نے انسانوں کو نہیں دی۔ رہی ترکیب تو وہ اس فعل کا خود جوابدہ ہے۔ کیونکہ سوال کر سکتا ہے کہ خدا نے ہمکو مادی حالت میں کیوں نہیں رہنے دیا۔ دوسرے یہ کہ اس سزا و جزا سے کچھ نفع ہے یا نہیں۔ اگر

ہے تو کس کا خدا کا یا انسانوں کا۔ اگر خدا کا ہے تو وہ خود غرض اور محتاج ٹھیرا۔ اور اگر انسانوں کا ہے تو وہ نفع بتانا چاہیے۔ اگر کچھ نفع نہیں تو لغویت ظاہر۔ تیسرے یہ کہ خدا کو بعد دنیا بن چکنے کے کچھ کام کرنے کا اختیار بھی رہ گیا تاکہ لوگوں کو سزا و جزا دے یا نہیں۔ جب یہ مانا جاتا ہے کہ خدا نے شروع دنیا میں صرف ترکیب دے دی۔ اسی ترکیب سے سب کچھ ہو رہا ہے اور خود مادہ و روح سب کچھ کرشمے دکھا رہے ہیں۔ تو اب دوسری دنیا بننے تک تو خدا بالکل بیکار رہے گا درمیان میں سزا و جزا کا نیا فعل کیونکر کر سکتا ہے۔

جواب ودیارتھی۔ روحیں خود سزا و جزا نہیں پاتی اور نہ فطرت ہی ایسا کہتی ہے کہ کوئی روح تکلیف کو خود پسند کرے۔ جیسا کہ آپ کے سوال کا ہی یہ فقرہ ہے کہ

اُس تقریر پر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بعض روحیں گناہوں کے اثر سے خود بخود جانوروں کے قالب میں گھس جائیں۔

پس اس حالت میں اپنے سوال کا اسقدر حصہ لکھکر "جو دانی ورپی سوالت خطاست" کے مصداق فضول ہی خامہ فرسائی کرکے اور سوال کو طوالت دیکر اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا۔

خدا انتقاماً سزا نہیں دیتا۔ انتقام وہ کہلاتا ہے جو تکلیف یافتہ شخص تکلیف کے اثر سے موثر ہو کر تکلیف پہونچانے والے کو تکلیف کی صورت میں پہونچانا چاہتا ہے کسی ثالث کا تکلیف دینے والے کے فائدے کے لئے سزا دینا انتقام نہیں ہے خدا کو حق سزا اس لئے حاصل ہے۔ کہ وہ جیوؤں کو راحت دینے کے سامان مہیا کرتا ہے۔ اس نے ہر شے کا علم حقیقی جیووں کو دیا ہے۔ تاکہ دکھ والی اشیاء سے بچیں اور سکھ والی اشیاء کو حاصل کر کے راحت اُٹھائیں۔

اگر جیو نادہی حالت میں رہتے تو بوجہ صحیح اور کافی علم نہ ہونے کے تکلیف ہی

اٹھاتے اور موکش کے سکھ کو حاصل نہ کر سکتے۔ سزا و جزا بے فائدہ جیوؤں کا ہی ہے۔ کیونکہ اس تھوڑے سے زمانہ میں سزا اُٹھا لینے سے ان کی عقل اور ذریعہ علم صاف ہو کر راحت کل شے یعنی ایشور کو جاننے کے قابل ہو جاتے ہیں اور آئندہ بُرے افعال کر کے دکھ میں نہیں پڑتے۔ خدا کو ہر وقت وہ سب اختیار حاصل ہیں جو اسکو کسی ایک وقت میں حاصل ہیں لیکن اس کے افعال بوجہ سبھاؤ یعنی خاصہ سے ہونے کی وجہ سے ایک ہی طرح پر ہوتے ہیں۔ خدا سزا و جزا ہر وقت دیتا رہتا ہے اور دنیا کے بنانے کا فعل بھی ہر وقت جاری رہتا ہے۔ (اسکو ہم تشریح کیساتھ سوال نمبر ۲۱ کے جواب میں بیان کرتے ہیں) آریہ سماج یہ نہیں مانتا کہ بس شروع میں ہی خدا نے کچھ کیا تھا۔ اب کچھ نہیں کرتا۔ مولوی صاحب وید شاستر۔ یا مہرشی دیانند سرسوتی جی کی کسی تحریر کا اگر حوالہ دینگے تو ہم جواب دینگے۔

سوال نمبر ۲۲۔ تناسخ کو ہی عقائد سے الگ ہو کر ثابت کرو۔

جواب ودیارتھی۔ یہ مسئلہ تناسخ کرم فلاسفی پر مبنی ہے اور کرم فلاسفی موجودات کے صحیح علم پر ان حالتوں میں مسئلہ تناسخ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے سارے پہلو چند لفظوں میں قابل اطمینان بیان ہو سکیں۔ آریہ شاستروں میں کرم فلاسفی کا مہابلنا شاستر اسقدر وسیع ہے کہ اور سب شاستر بھی ملکر اس کی برابری نہیں کر سکتے۔ ویدک فلاسفی میں اس کا نمبر پانچواں ہے۔ یہ فخر آریہ ورت کو ہی رہا جہاں کے فلاسفروں سے ایسے دقیق فلسفہ کی بنیاد ڈالی جسکو اور ممالک کے فلاسفر سمجھ بھی نہ سکے۔ ایک شاعر نے لکھا ہے:۔

رہ گئے حیران حکما مصر اور یونان کے ۔ تیرے رشیوں نے لگایا جب تناسخ کا سراغ

اس شاستر کی بنیاد پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن یہ ایسا وسیع مسئلہ ہے کہ اب بھی لکھی جا سکتی ہیں۔ کرم فلاسفی کا مسئلہ زیادہ دقیق اس لئے ہے کہ وہ پرتکش یعنی محسوسات کا علم نہیں ہے۔ سورگباشی پنڈت لیکھرام جی نے اس مسئلہ پر

ایک جامع کتاب ثبوت تناسخ لکھی جس میں اس مسئلہ کے متعلق ہر طرح سے
بحث کی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ دنیا کی ہر ایک شے میں تناسخ ہے
درختوں کا مٹی سے اگنا اور پھر اسی میں مل جانا۔ اور پھر اسی مٹی سے اگنا۔ دن اور
رات کا بار بار ہونا موسموں کا بتدریج آتے رہنا۔ سب ہی قدرت خدا میں تناسخ
کا ثبوت دے رہے ہیں۔ نہ معلوم مولوی صاحب مذہبی عقائد سے کیا مراد سمجھتے
ہیں۔ جدید فلسفہ میں تو خدا کی ہستی اور افعال کی سزا و جزا کے مسئلہ ہی مذہبی
شمار ہوتے ہیں۔ اور ویدک تناسخ کا وجود منحصر ہے انہیں دو مسئلوں پر اسلئے
سوال کی یہ شرط کچھ مہمل سی ہے۔ اگر مولوی صاحب کا مطلب دلائل سے ہے
اور وہ فلسفیانہ ثبوت مانگتے ہیں تو ہم ایک ایسی زبردست دلیل لکھتے ہیں جس
سے وجود مادہ روح خدا کو خواہ کسیطرح مانا جاوے تناسخ لازم آتا ہے۔ دنیا
میں موجودات کو چھ طریق پر ماننے والے انسان ہیں۔

اول۔ وہ جو تینوں زمانوں میں صرف ایک مادے کے وجود کے قائل ہیں اور
بتلاتے ہیں کہ صرف مادے ہی کے یہ تمام تغیرات ہیں اور روح کیفیت مادہ
سے کوئی علیحدہ شے نہیں۔ اس زمانہ حال کے تمام اور پہلے بعض فلاسفر شامل ہیں

دوم۔ وہ جو تینوں زمانوں میں صرف ایک مدرک ہستی یعنی وجود خدا کے
قائل ہیں اور بتلاتے ہیں کہ جو کچھ ہے سب وہی ذات خدا ہے۔ غلط خیالی
سے ہمنے اپنے کو کچھ کا کچھ سمجھ لیا ہے۔ اس میں فرقہ ہمہ اوست اور ہندوؤں کا
نوین ویدانت شامل ہے۔

سوم۔ وہ جو تینوں زمانوں میں ایک ہستی مدرک یعنی خدا اور روح جو ایک ہی ہے
اور ایک ہستی غیر مدرک یعنی مادے کے قائل ہیں اور بتلاتے ہیں کہ جوارواح
ہیں وہ خدا سے الگ نہیں ہیں۔ اور سب اسی کا حصہ ہیں اور غلطی سے اپنے کو خدا
سے الگ سمجھ لیا ہے۔ اس میں بعض ویدانتی اور رامانج اچاریہ کے پیرو شامل ہیں

چہارم۔ وہ جو تینوں زمانوں میں صرف مادے اور روح کی ہستی کے قائل ہیں

دنیا کے سلسلہ کو ازلی سمجھتے ہیں۔ اس میں بعض بدھ اور تمام جین شامل ہیں۔
پنجم۔ وہ جو زمانہ ماضی میں صرف ایک ہستی خدا کے قائل ہیں اور زمانہ حال میں تین وجود یعنی روح مادہ خدا کو مانتے ہیں اور آگو ابدی سمجھکر زمانہ مستقبل میں بھی تین ہی وجود مانتے ہیں اور اس میں مسلمان عیسائی موسائی وغیرہ مذاہب شامل ہیں
ششم۔ وہ جو تینوں زمانوں میں خدا روح مادہ تین وجود کی ہستی کے قائل ہیں۔ اس میں آریہ ورت کے مہرشی۔ شاستر اور اپنشد کار اور آریہ سماج شامل ہے

دنیا میں صرف اتنے ہی خیال اسوقت رائج ہیں اور عقلاً اس کے سوا اور کوئی خیال موجودات کی ہستی کی نسبت ہو بھی نہیں سکتا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان سب طریقوں سے بھی فلسفیانہ طور پر تناسخ لازمی ہے۔

صورت اول میں اگر مادے کے اندر یہ خاصہ ہے کہ اسکا وجود متغیر ہو کر انسانی اور حیوانی صورتوں میں آسکتا ہے تو یہ لازمی ہے کہ زمانہ مستقبل میں بھی ضرور آئے۔ اور زمانہ ماضی میں بھی ضرور آیا ہو۔ کیونکہ خاصہ کا عدم بلا عدم ذات کے ہو نہیں سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مادے میں علم نہیں اور جس میں علم نہیں وہاں ایک ہی طرح فعل کا سرزد ہونا لازمی ہے اور اس خیال کے فلاسفر یہ ملتے بھی ہیں کہ اسی طرح یہ سلسلہ دنیا ازلی اور ابدی ہے۔

صورت دوم۔ میں اگر ایشور کے اندر پہلے اگیان آگیا ہے اور اب بھی اگیان آجاتا ہے تو آئندہ بھی ضرور آئے گا کیونکہ جس وجہ سے اب اگیان آیا ہے۔ وہ وجہ آئندہ بھی ضرور ہے اور معدوم نہیں ہوئی علم کی غلطی کو دور کرنیوالی دوسری شے کا ہونا لازم ہے۔ جو اس شے موجودہ سے زیادہ صحیح علم ہو۔ لیکن اور کوئی دوسری شے کا وجود نہیں پس جس خاصہ سے اب انسان یا حیوان خدا میں لاعلمی آکر بن گئے اسی طرح آئندہ بھی یہ لاعلمی پیدا ہوکر اسی خدا سے انسان حیوان بنتے رہیں گے۔ اور ایسا ہی اس خیال کے آدمی مانتے ہیں کہ یہ دنیا ازلی ہے

اور ہوتی رہے گی۔

صورت سوم کی حالت صورت دوم سے مشابہ ہے۔ فرق صرف وجود مادے کا ہے جس سے تناسخ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اسلئے وہی دلیل ہے جو صورت دوم کے لئے ہے۔

صورت چہارم۔ جن وجوہات سے روح اب خود انسان اور حیوان کے قالبوں میں آئی ہے آئندہ بھی ضرور آئے گی کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ روح کی اصلی حالت سے یہ قالب سکھ اور دکھ کی جگہ ہیں۔ یہی بودھ اور جین کی فلاسفی ہے کہ فنا ہونا ہی راحت حقیقی ہے۔ پس تکلیف کی جگہ میں بلا وجہ کے روح نہیں آسکتی یا تو خود اُس کا خاصہ ہے یا مادے کا خاصہ ہے کہ وہ روح کو لپیٹ لیتا ہے پس خواہ کسی کا خاصہ ہو وہ کسی تیسری طاقت کو دور نہیں ہوا۔ اس لئے وہ رہیگا اور وہ بھی ذات روح و مادے کیساتھ ہی ابدی ہے۔ اس خاصہ کے اثر سے روح پھر ان قالبوں میں آئے گی یہ دوسری بات ہے کہ ان سب صورتوں میں ایک عرصہ بعد آئے لیکن کبھی نہ کبھی ضرور آئے گی اور اس کے بعد بھی آئے گی اور اسیطرح یہ سلسلہ رہیگا اور یہی بدھ مذہب مانتا بھی ہے۔

صورت پنجم۔ میں خدا نے جس لئے روح اور مادہ کو آپ پیدا کر کے اسکو قالب ہائے انسانی و حیوانی میں جنم دیا ہے۔ اگر روح ابدی ہے تو پھر ضرور بھیجے گا۔ اور اگر فانی ہے تو پھر اسی غرض کے لئے پیدا کر کے بھیجے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مادے اور روح کی پیدائش پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ میاں کو کیا سوجھی کہ خواہ مخواہ مادے اور روح کو پیدا کر کے دردسر مول لیا۔ ورنہ جسطرح پہلے اکیلا۔ اللہ۔ اللہ۔ اور خیر صلا مزے کرتا تھا کرتا رہتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تنہائی سے اللہ میاں کو بھی وحشت ہونے لگی جیساکہ بعض کہتے ہیں کہ اپنی خوشی کے لئے اور بعض کہتے ہیں کہ اظہار قدرت

کے لئے دنیا کو بنایا۔ لیکن اظہار قدرت کی غرض تو فضول اور مہمل ہے کیونکہ جب
سوائے خدا کے اور کچھ تھا ہی نہیں تو اظہار قدرت کس پر؟ ہاں اپنی خوشی
کے لئے تو ذرا دل لگتی دلیل بھی ہے۔

پس جب پہلے خدا کے دماغ میں کوئی مادہ عود کر آیا تھا تو وہ آئندہ کیوں نہیں
عود کرے گا۔ اور آئندہ خدا اپنی خوشی کیوں نہ کرے گا۔ اور تنہائی سے وحشت
کیوں نہ ہوگی۔ پس اگر ارواح فانی ہیں تو وہ آئندہ اسی طرح ارواح پیدا کر کر
دنیا بنائیگا۔ اور اگر ابدی ہیں تو انہیں روحوں کو بھیجے گا۔ کیونکہ نئی روح پیدا
کرنے کی جب ضرورت ہے جب پہلا ذخیرہ ختم ہو جاوے۔ دنیا میں بھی دیکھتے
ہیں کہ جب ایک شے نہ ہو تو اس شے کے مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی
ہے۔ لیکن اگر شے موجود ہو تو اس سے کام نہ لیکر اور مہیا کرنے کے پیچھے کوئی
نہیں پڑتا۔ پس جب انسان ہی ایسی بیوقوفی نہیں کرتے تو خدا کیسے کرے گا
اور خواہ مخواہ دردِ سر مول لیکر روحوں کا انبار بڑھاتا چلا جاوے اس لئے یہی سمجھ
میں آتا ہے کہ پھر جب کبھی دنیا پیدا کرنے کے مادے نے خدا کے دماغ میں
عود کیا تو انہیں روحوں کو بھیجے گا جیسا کہ مولوی رومی نے کہا ہے۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

یہانتک تو ہم نے مختلف قسم کے اعتقادات سے بلحاظ دلائل تناسخ
کو لازمی بتلایا۔ فی الواقع پہلے چار قسم کے خیال رکھنے والے تو کسی
نہ کسی صورت میں تناسخ مانتے ہی ہیں۔ بحث صرف پانچویں صورت ماننے
والوں کی تھی۔

صورت ششم: ویدک فلسفہ کے بموجب تناسخ کی یہ کیفیت ہے
کہ ارواح مادہ خدا تینوں ازلی اور ابدی ہیں اور اس لئے لازمی طور پر
ان کے ساتھ ہی ان کے خواص بھی ابدی ہیں۔ تصرح میں کمی علم اور

طاقت افعال وغیرہ بھی قدیم ہیں۔ جب اسکو صحیح اور کافی علم ہوتا ہے تو وہ برے افعال کو چھوڑ دیتی ہے اور جب غلط اور ناکافی علم ہوتا ہے برے افعال کرتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ سے کرتی رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ کبھی علم کی کمی رہے گی کبھی علیم کل ایشور کے علم سے زیادتی ہو جاویگی پھر کمی ہو جاوے گی۔ پس روح سے افعال بد کے سنسکار مٹانے کیلئے اور افعال کی ٹھیک اور ان کی نوعیت کے مطابق سزا دینے کے لئے جس سے اصلاح ہو سکے۔ اسکو اس قسم کا قالب دیا جاتا ہے جس میں وہ آلات ہی نہیں ہوتے جن سے وہ اس قسم کے گناہوں کو کرتا تھا۔ گناہوں کے سنسکار مٹ جانے کے بعد پھر روح عمدہ قالب انسانی میں آتی ہے تاکہ غلط اور کم علمی دور ہو کر برے افعال جاتے رہیں۔

سب سے بڑی دلیل اور تناسخ کی فضیلت یہ ہے کہ صرف تناسخ ہی ایسا ذریعہ ہے جس میں افعال کی سزا صحیح طور سے مل سکتی ہے۔ کیونکہ برے افعال یا گناہ وہی ہیں جن کا نتیجہ دوسرے ذی روحوں کے لئے دکھ ہے۔ اور جن سے سکھ پہونچتا ہے وہی نیک ہیں۔

پس سچا انصاف وہی ہے جس میں مجرم کو اسی قدر اور اسی نوعیت سے سکھ یا دکھ پہونچے جسقدر اور جس نوعیت سے کہ اس نے پہونچایا تھا۔ اگر زیادہ یا کم پہونچے تو انصاف صحیح نہیں اور اسی قدر سکھ یا دکھ سے اس کو اندازہ ہو ملیگا کہ وہ فعل کسقدر برا یا اچھا تھا جس سے اسکو آئندہ کرنے یا نہ کرنے کی ترغیب ہو۔ دنیاوی سزائیں بوجہ انسان کے محدود و کم علم ہونے کے اس نقص سے بھری ہوئی ہیں۔ مثال کے لئے ایک قاتل ایک مقتول کو بہت ہی اذیت دیکر اور تڑپا کر مارتا ہے۔ دوسرا اس سے کم اذیت دیکر مارتا ہے دونوں کو سزا یکساں پھانسی۔ ایک شخص دوسرے شخص کو جوتے سے مارتا ہے اور دوسرا اینٹ سے تیسرا لاٹھی سے اور چوتھا کلہاڑی سے

سب کو سزا ہے قید۔ بہشت اور دوزخ کی سزائیں تو ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا والی مثل ہے۔ بڑے گنہگار اور چھوٹے گنہگار سب یکساں۔ سب کے لئے دوزخ۔ بڑے دہرماتما اور چھوٹے دہرماتما سب کے لئے بہشت افعال لاتعداد نوعیت کے اور سزا کی ایک یا چند قسمیں۔ جیسے دوزخ کی صورت میں سب کیلئے جلنا۔ دنیاوی سزاؤں میں قید۔ ان صورتوں میں کبھی ٹھیک طور پر اسی قدر دکھ نہیں پہونچتا جسقدر کہ مجرم نے پہونچایا تھا۔ افعال اسقدر نوعیت کے ہیں کہ انسان انکو منضبط نہیں کر سکتا۔ اسی لئے دکھ سکھ بھی اسقدر نوعیت کے ہیں کہ وہ منضبط نہیں ہو سکتے۔ پرمیشور بے شک جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس فعل سے کس کو کسقدر تکلیف یا آرام پہنچا ہے۔ اسی لئے وہ مختلف قالبوں میں بھیجتا ہے جہانکہ دکھ سکھ کی نوعیت اول تو ہر ایک قالب میں اور پھر مختلف قالبوں کی نوعیت کے لحاظ سے اسی قدر لاتعداد ہے جسقدر کہ افعال کی نوعیت اسلئے سزا کا مقصد اصلاح اور انصاف تناسخ میں ہی صحیح طور پر پورا ہوتا ہے

سوال نمبر ۲۳۔ دو حقیقتوں کے مختلف سمجھنے کا کیا معیار ہے اس معیار کی رو سے پانی اور ہوا دو مختلف حقیقتیں ہیں یا نہیں۔

جواب دویارتھی۔ مختلف اشیاء کو مختلف سمجھنے کے لئے گن (صفات) درویہ (جوہر) یعنی پرتھوی۔ کال و کاش وغیرہ مختلف معیار ہیں جنکو ہم تشریح کیساتھ سوال نمبر ۳ کے جواب میں ظاہر کر چکے ہیں ان معیار کو جاننے کے لئے انسان کے پاس مختلف ذرائعہ علم ہیں اگر دو صورت والی چیزوں میں تمیز کرنی ہو تو صورت و رنگ معیار اور آنکھ ذریعہ ہے۔ اگر دو ذائقہ والی چیزوں میں تمیز کرنی ہو تو ذائقہ معیار اور زبان ذریعہ ہے۔ اسی طرح بو ناک۔ آواز کان وغیرہ ہیں جو من اور عقل سے ملکر مطابق زیادتی علم و عقل کے صحیح اور باریک سے باریک اختلاف میں بھی تمیز کراتے ہیں اشیاء معلول کے لئے جو کئی کئی علتوں سے ملکر بنے ہوں۔ کئی کئی معیار اور ذرائعہ علم ہوتے ہیں۔

پانی اور ہوا بے شک مختلف ہیں۔ لیکن بحیثیت موجودہ بحالت معلول مختلف ہیں۔ پانی اور ہوا پر ہی کیا منحصر ہے۔ دنیا کی کوئی بھی ایسی شے نہیں ہے جنکی علت پانچ عناصر نہ ہوں فرق صرف کمی اور زیادتی کا ہے جس شے میں جو عنصر سب سے زیادہ ہوتا ہے وہی ہمکو بظاہر محسوس ہوتا ہے۔ پانی اور ہوا جو ہمکو بحیثیت موجودہ نظر آتے ہیں یہ تمام پانچ عناصر سے ملکر بنے ہیں اور جب ہی ہمکو محسوس ہوتے ہیں عناصر کا علم ہمکو بحالت علت نہیں ہوتا

بھوتوں (عناصر) میں خاص صفات کی موجودگی سے انکا (یعنی بھوتونکا)
اپنا پن (یعنی اپنی ذات) پایا جاتا ہے (نیاء درشن ادھیاء ۳ آہنک ۱ سوتر ۶۳)
ملاوٹ کی وجہ سے اور صفات بھی ظاہر ہوتی ہیں (نیاء درشن ادھیاء ۳ آہنک ۱
سوتر ۶۷)

اور اس کا ثبوت بدیہی ہے کہ موجودہ سائنس جو ٹھوس۔ سیال گیس۔ حرارت ایتھر پر موجودات کو تقسیم کرتا ہے۔ اس کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ زیادہ حرارت سے ٹھوس۔ سیال اور سیال گیس میں تبدیل ہو سکتا ہے اور اسیطرح زیادہ سردی سے گیس ٹھوس کے درجہ تک پہنچ سکتی ہے۔ آجکل ولائت میں ہوا پانی کی طرح سے بند بوتلوں میں بکتی اور کوئلہ تک سیال کر لیا گیا ہے۔ ہوا جو پچاس میل تک زمین کے گرد پائی جاتی ہے۔ وہ زمین سے دور بتدریج ہلکی ہوتی چلی گئی ہے۔ اور آخر پچاس میل سے آگے ایتھر ہے۔ ممکن ہے جسطرح ہوا بتدریج زمین سے دور ہلکی ہوتی چلی گئی ہے۔ ایتھر ہوا کی سب سے ہلکی حالت ہو جس کو انسانی طاقت ایتھر میں تبدیل کرنے سے قاصر ہو یا آئندہ قادر ہو جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں معلول ہیں اور پانچ عناصر انہیں سے بنے ہوئے ہیں ورنہ تغیر پذیر نہ ہوتیں اگر ٹھوس میں سیال کا جزو نہ ہوتا تو وہ سیال نہ ہو سکتا۔ اس لئے اگر ہوا کے چند اجزا تبدیل ہو کر شکل پانی آجاتے ہیں یا پانی تبدیل ہو کر ہوا کے چند اجزا میں تبدیل ہو جاتے ہیں ... بحالت علت پانی اور ہوا دو مختلف چیزیں

نہیں ہیں بلکہ یہی ہو کہ بحالت معلول اس میں پانی کا جزو زیادہ ہو اور ہوا میں پانی کا جزو کم اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام قسم کی گیسز سے پانی بن سکتا۔ لیکن پانی صرف چند قسم کی گیسز سے بن سکتا ہے جو موجود ہوا نہیں ہیں بلکہ انمیں اور چند قسم کی گیسز ملکر ہوا بنتی ہے

سوال نمبر ۲۴۔ دو چیزوں کو سبب اور نتیجہ سمجھنے کا معیار بتلاؤ اور اس معیار کی رو سے یہ بتلاؤ کہ امسال کا موسم بہار امسال کی بارش کا نتیجہ ہے۔ اور امسال کی بارش اس کا سبب ہے یا کہ سو برس پچھلے سال کی بارش کا نتیجہ ہو اور وہ اسکا سبب۔

جواب دو دیارتھی۔ دربیہ (جوہر) گن (صفات) کرم (فعل)۔ ان سب کا سبب اور نتیجہ مختلف ہوتا ہے۔ فعل کا سبب ادنیٰ تو کوئی ہستی متدک ہوتی ہے۔ لیکن اس پہلے فعل سے اور دوسرے فعل کا سلسلہ صادر ہوتے رہتے ہیں۔ موسم فعل ہے جس میں زمین کی گردش سالانہ سے جو آفتاب کے گرد ہوتی ہے تغیر ہوتا ہے اور یہ گردش پرمیشور کی طرف سے ہے۔ یہی موجودہ سائنس کا اصول ہے۔ کسی سکول سے اسٹرونومیکل جیوگرافی!

Physical Geography یا Astronomy کی کوئی کتاب لیکر پڑھ لیجئے یا سنسکرت کا سوریہ سدھانت گرنتھ دیکھ لیجیے۔ موسم بہار یا جاڑے یا گرمی کا تعلق برسات کے ہونے یا نہ ہونے سے کچھ نہیں ہے۔ جب برسات بالکل نہیں ہوتی تب بھی تمام موسم جاڑے وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور جب کثرت سے ہوتی ہے تب بھی وہی موسم ہوتے ہیں۔ بعض حصص زمین پر یکساں موسم بوجہ گردش زمین کے رہتے ہیں۔ باوجودیکہ ایسے مقامات میں سے بعض پر بارش بالکل نہیں ہوتی اور بعض پر بہت ہوتی ہے صحرائے عرب اور افریقہ میں ہمیشہ گرمی رہتی ہے۔ اور قطب شمالی وجنوبی پر ہمیشہ سردی رہتی ہے۔

نوٹ۔ سوال نمبر ۲۳ و ۲۴ کے جوابات ہمنے دیدیئے ہیں تاکہ مولوی صاحب سمجھ لیں۔ ہم بجائے ۔۔۔ لیکن ان سوالوں کو ایک مذہبی سوسائٹی کے سوالات

کی فہرست میں دیکھ کر ہر شخص کو تعجب ہوگا۔ یہ سوال تو مولوی صاحب کسی سائنس پڑھنے والے انڈر گریجوایٹ سے کانپور میں ہی دریافت کر سکتے تھے یا کوئی کتاب ہی سائنس کی پڑھ لیتے۔ مگر مولوی صاحب کو تو اپنے سوالات کے نمبر پورے کرنے تھے اور ہمکو ان کی خاطر منظور۔

سوال نمبر ۲۵۔ پرلے یعنی جب دنیا بالکل فنا ہو جاتی ہے تمام انسانوں کے کامل نیک بن جانے کے بعد ہوتا ہے یا اس سے پہلے۔ پہلی صورت میں یہ ماننا پڑتا ہے کہ تمام انسان مکتی کو پہونچ جاتے ہیں۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ پرلے کے بعد دوسری دنیا بنتی ہے۔ اور انسانوں کی شروع شروع پیدائش ہوتی ہے تو ان کروڑوں مکتی یافتہ (نجات یافتہ) انسانوں میں سے صرف چار شخص وید کے ملہم ہونے کے لئے کس استحقاق سے منتخب ہوتے ہیں جبکہ سب کے سب بالکل یکساں تھے۔ دوسری صورت میں خدا ظالم اور ناموقعہ شناس ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایسے وقت دنیا کو فنا کر دیا۔ جبکہ کچھ لوگ بدکار تھے۔ اگر ان کو موقعہ دیا جاتا تو وہ نیک بن سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ اب ان بدکار انسانوں کو جانوروں اور درختوں کا قالب کہاں سے ملے گا۔ دنیا تو ذرات کی شکل میں آگئی۔ لا محالہ یا تو انکو پرلے کے زمانہ تک معطل مانو یا یہ کہ انکو صرف روحانی سزا دیجائے گی۔ اور دونوں باتیں ہیں خلاف قانون۔ کیونکہ وید تمام سزاؤں کو جونوں کے ذریعے (جسمانی) مانتا ہے نیز یہ مانتا ہے کہ روح بدن سے نکلتے ہی سزا و جزا پانے لگتی ہے اس کو ایک منٹ بھی حوالات میں انتظار کرنا نہیں پڑتا۔

جواب وریار تھی۔ پرلے ہونے کے لئے لازمی نہیں کہ انسان نیک بنجائیں یا نہ بنیں ممکن ہے کہ کسی دنیا کے پرلے ایسے وقت ہو کہ نیک بن جائیں۔ ممکن ہے کہ ایسے وقت ہو کہ جب کہ کوئی بھی نیک نہ بنا ہو۔ کیونکہ پرلے ہمیشہ ایک معیاد معین

کے بعد وقت مقررہ پر ہوتی ہے۔

آغاز دنیا میں جو انسان ہوتے ہیں وہ بڑے کے وقت کے نیچے ہوئے نہیں بلکہ مکتی سے واپس آئے ہوئے جیو جنم لیتے ہیں جیسا کہ سوال نمبر ۵ کے جواب میں بتلایا گیا۔ انمیں سے جو چار روحیں سب سے کم زمانہ تک انسانی اور حیوانی قالبوں میں رہ کر موکش پاتی ہیں ان چاروں کے دلوں میں پہلے ایشور گیان دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی روح بہ سبب کم گناہ کرنے اور سزا کی حالت میں کم عرصہ تک رہنے کے زیادہ مستحق اور قابل ہیں۔ جسطرح ٹھیک ایک ہی تاریخ پر اور ایک ہی وقت ۱۰۰ قیدی آزاد ہوں جن میں ایک چودہ برس ایک دس برس ایک پانچ برس۔ کچھ دو برس۔ اسیطرح بتدریج کم کچھ دو دن ایک دن کی سزا کے بعد جیلخانہ سے آزاد ہوں اور کچھ عرصہ آزاد رہنے کے بعد اگر انکو کوئی ملازمت یا کوئی منصب دیا جاوے۔ تو جس نے کم سے کم سزا پائی ہے وہی سب میں زیادہ مستحق اور قابل بہ نسبت اور دیگر اشخاص سزا یافتہ کے ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہی ہے کہ دس برس کی سزا کے بعد آزاد شخص اور دس دن کی سزا کے بعد آزاد شخص میں بڑا فرق ہے حالانکہ بلحاظ آزادی کے دونوں یکساں ہیں اسیطرح مکتی سے واپس ہونے والوں میں بھی باوجود مکتی میں یکساں سکھ حاصل کرنے کے کم اور زیادہ زمانہ میں مکتی حاصل کرنیکا فرق رہتا ہے۔ اور اسی نسبت سے انکو مختلف مرد اور عورت کے انسانی جسم ملتے ہیں۔

صرف اسی زمین کو ایشور کی تمام کائنات سمجھنا غلطی ہے جس قسم کی ہماری زمین ہے زمین کی اس سے مختلف قسمیں ایشور کے برہمانڈ میں لاتعداد ہیں اور لاتعداد مختلف قسموں میں سے ہر ایک میں لاتعداد زمین ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہماری زمین ہے جیسا کہ سوال نمبر ۳ کے جواب میں وید منتر کے حوالے سے بتلایا گیا ہے۔

لا محدود پرمیشور کے سامنے لاتعداد لوک ذرہ میں، ایک پرماتو (ذرہ)
کے برابر بھی نہیں (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۲ ناگری)

دنیا کے پرلے اور قیام کو برہم دن اور برہم راتری کہتے ہیں جس طرح اس دنیا پر
سب جگہہ رات کبھی نہیں ہوتی اور نہ تمام جگہہ کبھی دن ہی ہوتا ہے بلکہ دن اور
رات کے ۲۴ گھنٹوں کا ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا حصہ اس زمین کے ہر چھوٹے
سے چھوٹے حصے پر بتدریج آتا رہتا ہے اور پھر دوسرے متصل کے حصہ پر چلا
جاتا ہے۔ اور ۲۴ گھنٹوں کا ہر ایک چھوٹا حصہ ہر وقت دنیا کے مختلف حصوں پر
کسی نہ کسی مقام پر موجود ہے۔ اسوقت بھی کسی مقام پہ دن نکل رہا ہے کسی
مقام پہ ۸ بجے ہیں۔ کسی جگہہ پر دوپہر ہے۔ کسی جگہہ شام۔ کسی جگہہ آدہی رات
کسی جگہہ رات کے دو بجے ہیں۔ ٹھیک اسیطرح برہم راتری اور برہم دن یعنی
سرشٹی کی پرلے اور قیام کا حساب ہے۔ کوئی سرشٹی بن رہی ہے کسی میں ایک
منونتر گذرا ہے۔ کسی میں دو کسی میں تین۔ کہیں پرلے ہو رہی ہے۔ کسی کی پرلے
ہو چکی ہے۔ دن اور رات کی طرح دنیا کے قیام اور فنا کی بھی ہر ایک چھوٹی سی
چھوٹی حالت ہر وقت کسی نہ کسی سرشٹی پر بلکہ متعدد سرشٹیوں پر رہتی ہے جسوقت
ایک سرشٹی کی پرلے ہوتی ہے تو جو جیو جس قسم کے قالبوں میں جنم پانے کے
قابل ہیں وہ دوسری سرشٹی میں جو اسوقت برہم دن کی حالت میں ہیں اپنے
اعمال کے مطابق جنم پاتے ہیں اور ہمیشہ ہی جن روحوں کے افعال ایسے
ہوتے ہیں کہ وہ کسی دوسری دنیا میں جنم پائیں مطابق نوعیت اپنے افعال کے
ویسی ہی زمین پر جنم پاتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں بھی انسانی
اور حیوانی آبادی گھٹتی اور بڑہتی رہتی ہے۔

سوال نمبر ۲۶۔ پرلے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ کہو کہ دنیا مرکب ہے
اور ہر مرکب کے اجزا کا کسی نہ کسی وقت علیحدہ ہو جانا ضروری ہے
اس لئے دنیا کی پرلے (فنا) بھی ضروری ہے تو میں عرض کرونگا
کہ یہ قانون تو وہاں چل سکتا ہے جہاں اجزا خود بخود ملے ہوں مگر دنیا
[illegible] خود بخود تو ملے نہیں تاکہ کسی وقت خود بخود علیحدہ

ہو جائیں۔ خدا نے زبردستی انکو ملایا تھا۔ اس لئے وہ زبردستی انکو ہمیشہ ملائے رکھ بھی سکتا ہے۔ پس دنیا کا مٹانا خدا کا فعل ہوا۔ اب بتاؤ کہ اس سے خدا کی کیا غرض ہے۔

جواب ودیا رتھی۔ جیساکہ سوال نمبر ۹ کے جواب میں بتلایا گیا ہے۔ ہر ایک فاعل میں فعل کرنے کی قابلیت ہوتی ہے اور ہر ایک مفعول میں فعل کو قبول کرنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ مادے کے ذرات میں جسقدر عرصہ تک مل سکنے اور مختلف معلول بنے رہنے کی قابلیت ہے اسی قدر عرصہ تک سرشٹی رہتی ہے اور جب مادے کے ذرات میں مل سکنے کی قابلیت ہی نہیں رہتی تو وہ ملے نہیں رہ سکتے۔ سونے کو سنار ایک خاص وضع پر لاتا ہے جسقدر عرصہ تک سونے میں اس شکل کو قائم رکھنے کی قابلیت ہے وہ شکل رہے گی پھر اصلی حالت پر آجاوے گی۔ اور پھر جب وہی شکل پیدا کی جائے گی وہ شکل آجائے گی۔

سوال نمبر ۲۷۔ وید کے الہام کے لئے ایک آدمی کافی تھا چار آدمی پر چار حصے کیوں اُترے۔

جواب ودیارتھی۔ چاروں ویدوں میں چار مختلف مضامین ہیں رگوید میں اشیاء کی ماہیت یجروید ان کے استعمال کا صحیح طریقہ۔ سام وید میں انسان کے من میں شانتی پیدا ہونے کا طریقہ۔ اتھروید شکوک دور ہونے کا علم۔ اور وید کا گیان پانے والے رشیوں کا فرض دوسرے انسانوں کو تلقین کرنا ہوتا ہے۔ مختلف مضامین کو تلقین کرنے کیلئے مختلف رشی ہی مناسب تھے جس طرح اسکول اور کالجوں میں ہر ایک مضمون کا پروفیسر الگ ہوتا ہے جو کہ اسکا ماہر ہو۔ ریاضی کا جدا اور سائنس کا جدا تعلیم دینے والا ہوتا ہے یہی طریقہ ویدوں کے لئے اختیار کیا گیا۔ اس لئے چار رشیوں کو گیان دیا گیا۔

سوال نمبر ۲۸۔ وید کے معنی والفاظ دونوں خدا کے ہیں یا معانی خدا کے اور الفاظ ملہم رشیوں کے دوسری صورت میں ویدک زبان کو

الیشوری خداوندی زبان کہنا غلط ہوگا۔ کیونکہ معنی کے لئے کوئی
زبان نہیں ہوتی دوسرے اس تقدیر پر کل وہ بہترین خیالات
جو انسانوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں یہ الہام ٹھہرینگے
کیونکہ وہ خدا کے خیالات ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ ان معانی
اور مضامین کو الفاظ میں کیونکر ادا کرینگے جبکہ یہ الفاظ خدا نے
نہیں بتائے۔ اور نہ خود فوراً کے فوراً ایک مکمل زبان میں
ایجاد کر سکتے تھے جیسا کہ سماج میں مانا جاتا ہے۔ پہلی صورت
میں بتاؤ کہ الفاظ کس طریقہ سے ان کے دماغوں میں آ گئے
کیا خدا وہ لفظ بولا اور انہوں نے سنا یا کسی دوسرے نے
پڑھ کے سنایا یا قوت متخیلہ نے خود وضع کر لیا پھر بتاؤ کہ انہوں
نے ان الفاظ کے معانی کیونکر سمجھے جبکہ وہ اس زبان سے
نا آشنا تھے۔ پھر وہ اس مجموعہ کو جو یکبارگی انپر نازل ہوگیا تھا محفوظ
رکھ سکے۔

جواب ودیارتھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب معنی اور مفہوم
میں فرق نہیں کرتے معنی انکو کہتے ہیں جو ایک زبان کے مفہوم کو دوسری
زبان جاننے والا اپنی زبان کے لفظوں میں سمجھتا ہے اور ہاں ایک
زبان کا مفہوم وہ ہے جو اس زبان کے جاننے والے اپنے ذہن میں سمجھتے ہیں
بچہ جو کوئی زبان نہیں جانتا اس کے لئے اس زبان کو جو اول ماں باپ
سے سیکھتا ہے معنی نہیں کہہ سکتے بلکہ مفہوم۔ یہی حال ملہم رشیوں کا ہے
ملہم رشی کوئی زبان نہیں جانتے تھے بالکل بچوں کی سی حالت اس بارے
میں تھی۔ الفاظ ایشور کے تھے اور ان سے جو کچھ رشیوں کے دلوں میں ایشور
کی جانب سے مفہوم پیدا ہوا وہ انکو سمجھ انکو بولنے کی طاقت بھی مفہوم ایشور نے پیدا کر دیا
اب وہ بول سکے

جسطرح ہمارے دل کے اندر خیالات پیدا ہوتے ہیں اور انکو ہم زبان سے ادا کئے ہوتے ہیں اور کان سے سنے ہوئے ہم معلوم کر لیتے ہیں - قوت متخیلہ دوسری ہے اور قوت فہم دوسری - اسی وجہ سے قوت متخیلہ سے پیدا ہوئے خیالات اور ان کا علم دو الگ الگ شے ہیں - اگر دو نہ ہوتے تو وہ ہمارے علم میں پہلے سے ہوتے اور پھر ضرورت ان کے علم میں آنے کی نہ ہوتی لیکن ایسا ہوتا ہے کہ ہم قوت متخیلہ سے خیالات سوچتے ہیں اور وہ علم میں نہیں رہتے اور ہم انکو بھول جاتے ہیں لیکن ہماری قوت متخیلہ اسوقت تک کچھ کام نہیں کرتی جبتک پہلے سے کچھ خیالات نہ پہنچ جائیں - ہماری قوت متخیلہ پہلے کے معلوم ہوئے خیالات کو ملاکر ایک خیال بناتی ہے جسکو ہم نیا کہتے ہیں - ورنہ اگر قوت متخیلہ خود کوئی خیال بلا حصول خیال بیرونی کے بنا سکتی تو بچے بھی بنا سکتے لیکن تاوقتیکہ بچوں کو خیالات باہر سے حاصل نہیں ہوتے وہ کچھ نہیں بنا سکتے - باہر کی چیزوں سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بذریعہ حواس کے ہوتا ہے اور اندر کی چیزوں سے جو علم ہوگا اس میں حواس کی ضرورت نہیں جسطرح قوت متخیلہ کے خیالات کا جو علم روح کو ہوگا وہ اندر سے اور بلا حواس ہے - اسی طرح ایشور جو کہ دل کے اندر ہے اس نے ابتدائی تعلیم رشیوں کو اندر سے دی - جسطرح کہ اب بچوں کا علم اشیاء بیرونی سے ہوتا ہے - اسی وجہ سے رشیوں کو کسی حواس سے معلوم ہونے کی ضرورت نہ تھی - الفاظ کے مفہوم ایشور کی طاقت سے رشی اسی طرح سمجھے جسطرح بچہ ماں باپ کے الفاظ سے چیزوں کا علم باہر سے حاصل کرتا ہے اور چونکہ وہ روحیں موکش سے واپس آئی تھیں اسلئے ان کی ہی ایک قوت متخیلہ اور صاف تھی - حافظہ بھی بھلا تھا اس لئے وہ اس کو خدا کے بتلانے پر یاد رکھ سکے - جسطرح کہ اب بھی بہت سے انسانوں کا حافظہ اسقدر تیز ہوتا ہے کہ صرف ایک مرتبہ پڑھ لینے یا سن لینے سے بہت سی باتیں یاد ہو جاتی ہیں اور یہ تو سب کا ہی حال ہے کہ تھوڑی سی بات ایکدفعہ مرتبہ پڑھ لینے یا سن لینے سے یاد ہو جاتی ہیں

سوال نمبر ۲۹ - الہام کا دروازہ کیوں بند ہو گیا وہ قومیں جو صدیوں تک گمراہی میں پڑی رہیں اور وہاں وید نہ پہونچ سکا تو کیا خدا کی بے انصافی نہ ہو گی کہ وہاں کسی شخص کو نیا الہام بھی نہ دیا جاوے اور نہ وید ہی پہونچانے کا سامان بہم کیا جاوے۔ ہاں اس سلسلہ میں یہ بھی بتاؤ کہ اس قسم کی قومیں کیا کسی جرم کی پاداش میں تاریکی و بیکسی کی مصیبت اٹھا رہی ہیں۔ کیا قوم کی قوم کو بھی مجرم بنانے اور اسکو پاداش دینے کا کوئی قانون وید میں موجود ہے۔ اور ہاں اسکو ماننے ہوئے یہ مشکل آن پڑتی ہے کہ اس مجرم قوم کا ہر شخص تو بعد سزا پا لینے کے انسانی قالب میں از سر نو عمل کرنے کے لئے آیا ہے۔ پھر انکو اس بے سروسامانی کی سزا کیوں اور کس جرم میں مل رہی ہے۔ اور کیا انکو پاک و صاف و آزاد بنا کر دوبارہ جنم دینے کے یہی معنی ہیں کہ انکو ایسے بیابان اور جنگل میں پیدا کر دیا جاوے جہاں تمدن اور مذہب کا کوئی سامان ہی نہ ہو۔

جواب ودیارتھی - الہام شروع دنیا کے بعد اس لئے نہیں ہوتا کہ اول تو موکش سے واپس شدہ روحیں درمیانی زمانۂ دنیا میں جنم نہیں لیتیں۔ اور الہام کو سمجھنے کے لئے من اور بدھی صاف ہونے چاہئیں جو افعال کی سزا اٹھانے والے انسانوں کو ہو نہیں سکتیں۔ تاوقتیکہ عمدہ افعال ہو کر ایسا جنم نہ ملے جس سے من بدھی صاف ہوں اور پھر جبتک یوگ نہ کیا جاوے تبتک بدھی صحیح علم کو حاصل نہیں کر سکتی جس طرح سمجھانے والے میں سمجھانے کی قابلیت ہوتی ہے۔ سمجھنے والے میں بھی سمجھنے کی قابلیت ہونا ضروری ہے۔ استاد ہر ایک لڑکے کو یکساں نہیں سمجھا سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ کسی شے کے آغاز کرنے کی ضرورت کسی جگہہ جب ہوتی ہے جب وہاں نہ ہو۔ جس طرح جیسے کہ دیا سلائی سے آگ جب پیدا کی جاتی ہے جب وہاں پر آگ نہ ہو۔ لیکن جب دیا سلائی سے آگ ایک مرتبہ پیدا ہو گئی تو پھر اسی آگ سے آگ [illegible] طریقہ سے اسی طرح جب الہام ایک وقت

سوچو وہ ہے تو اسکو ہر ایک شخص عمدہ افعال کر کے اور یوگ کے ذریعہ سے صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے۔

جو قومیں صدیوں تک گمراہی میں رہیں وہ بوجہ اپنے افعال کے۔ کیونکہ ہر ایک انسان بوجہ اپنے افعال کے ویسے ہی ملک اور زمانہ میں پیدا کیا جاتا ہے جس کے وہ مناسب ہے۔ جس طرح سے جرم کرنیوالے جیلخانہ میں جا کر سب ہی ایک قوم قیدی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح برے افعال کی روحوں کے ایک ملک میں جنم لینے سے وہ ایک قوم کہلانے لگے۔ قوموں کی سزا کیا سزا تو ہر شخص کی ہے اُس ملک میں ہر ایک شخص وہ پیدا ہوگا جو ویسے ہی افعال کا مجرم ہو جس کی سزا اُس ملک میں ان لوگوں کے ساتھ رہکر ہی بھگت سکتا ہو۔ (سوال نمبر ۶) کے جواب میں تبلا چکے ہیں کہ انسانی قالب میں بھی انسان کے پچھلے برے اور نیک افعال رہتے ہیں۔ پاک وصاف نہیں ہوتا۔ صرف تعداد اور نوعیت افعال کا فرق رہتا ہے جس کی وجہ سے مختلف حالتیں انسانوں کی ہوتی ہیں انسانوں کے نیک بننے کی دو حالتیں ہیں۔ پہلا درجہ افعال کے نیک ہونے کا ہے جس سے کہ آئندہ قالب میں عمدہ عقل ملے۔ کیونکہ عقل ایسی شے ہے جو نیک اور بد دونوں قسم کے افعال میں کام آتی ہے۔ جو لوگ عقل کو خراب افعال میں استعمال کرتے ہیں انکی عقل بتدریج مطابق نوعیت افعال کے کم ہوجاتی ہے یہانتک کہ حیوانوں کو بعض کو بالکل نہیں اور بعض کو کسیقدر عقل دیجاتی ہے۔ جیسے کہ جن روحوں نے نیک افعال کر کے عمدہ عقل حاصل نہیں کی انکو بڑے بڑے فلسفیانہ مسائل فائدہ نہیں دے سکتے افعال نیک کرنے اور بد سے محترز رہنے کے لئے ہر وقت وید یا علم کی ضرورت نہیں بلکہ ایشور نے نیک اور بد افعال کے جانچنے اور ان کی سزا دینیوالی طاقت کا یقین رکھنے کے لئے عقل ایک ایسا معیار دیا ہے جس سے ہر شخص کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو تکلیف پہونچانا برا ہے اور آرام دینا اچھا ہے۔ ہر شخص اس امر کو محسوس کرتا ہے اور جانور سے جاہل [illegible]

خیال کرتے ہیں پس ہر ایک جاہل سے جاہل شخص بھی معلوم کر سکتا ہے کہ اسیطرح
دوسرے شخص کے لئے تکلیف بُری اور راحت اچھی ہے اور اسی وجہ سے مجھے
ایسے افعال نہ کرنے چاہئیں جنکا نتیجہ کسی کے لئے تکلیف ہو" اور نہ کسی شخص کو تکلیف
دینے کا حق حاصل ہے۔

"آنچہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند"

کا معیار نیک افعال کرنے کیلئے ہر وقت انسان کے پاس موجود ہے۔ جس طرح
قانون باوجودیکہ ہر شخص نہیں پڑھتا۔ لیکن تو بھی قانون نے اصولاً یہ قیاس کیا ہے
کہ قانون کے اصولوں کو ہر شخص جانتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک ڈاکو اور چور بھی باوجود جاہل
اور قانون سے ناواقف ہونے کے یہ جانتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف دینے اور
انکا مال لینے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے اسی لئے سزا پاتے ہیں ورنہ ہر ایک مجرم
یہ کہہ کر بری ہو سکتا تھا کہ میںنے قانون تعزیرات نہیں پڑھا۔ لیکن عقل جانتی ہے
کہ اگر نہیں پڑھا تب بھی چوری کرنے اور ڈاکہ مارنے کا حق اسے حاصل نہ تھا کیونکہ اگر
اسی طرح انکیساتھ کیا جاتا تو کیا وہ اسکو درست سمجھتے؟ انسان کی محدود طاقت قدم
قدم پر اپنے ارادوں میں بڑی سے بڑی طاقت رکھتے ہوئے اکثر اوقات ناکامیاب
رہتا۔ تکالیف کا لبا اوقات اچانک اور لبا اوقات باوجود انتظام کے بھی پہنچنا
دوسرونکو تکالیف دینے والے افعال میں اکثر اوقات باوجود سامان کے بھی قاصر رہنا
معمولی طور سے ایک بڑی سزا دینے والی طاقت کا یقین دلانے والے ہیں۔ معیار
قدرتی ہیں اور ان سے نیک اور بد افعال ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے۔ دوسرا
درجہ نیک افعال کرنے کے بعد (تتو گیان) یعنی صحیح علم حاصل کرنیکا ہے جس سے
موکش ہوتی ہے وہ البتہ وید سے ہی ملسکتا ہے۔ اسلئے جب پہلے نیک افعال
کر کے ایسے انسانی قالب میں انسان آتے ہیں جس میں انکو ایسی صاف عقل ملتی
ہے کہ وہ وید کے ذریعہ سے تتو گیان کو حاصل کر سکیں تب ہی انکو وید کا گیان فائدہ
[illegible] دینے کی ضرورت بھی نہیں اور دوسری

یہ بھی ہے کہ جسطرح اسناد جوان کو نہیں پڑھ سکتا اسی طرح کم عقل والے وید کے
باریک مسائل کو سمجھہ نہیں سکتے۔ اسی لئے کم عقل والوں کو نیک افعال کرنا ہی
سب سے بڑی عبادت بتلایا گیا ہے

سوال نمبر ۳۰ ۔ ویدوں کا فلسفی حصہ الہام میں داخل ہے یا نہیں اور اگر
ہے تو کیا کوئی شخص اس قسم کے فلسفی خیالات خود ایجاد کرے تو اُسکے
خیالات الہام ہوں گے اور وہ شخص ملہم ہوگا یا نہیں۔ نفی کی صورت
میں دونوں میں فرق بتانا چاہیئے۔

سوال نمبر ۳۱ ۔ کوئی شخص خود غور کرکے فلسفہ و تمدن کے خیالات ایجاد
کرسکتا ہے یا نہیں

(سوال نمبر ۳۱ سوال نمبر ۳۰ کے ساتھ متعلق ہے اسلئے جواب دونوں کا ساتھ ہی دیا جاتا ہے)

جواب ودیارتھی۔ فلسفی حصہ پر ہی کیا منحصر ہے۔ ویدوں میں جو کچھ ہے
وہ الہام ہے۔ فلسفی خیالات کیا کسی قسم کے خیالات بھی انسان بغیر کسی دوسرے
انسان سے پہلے سیکھے ہوئے ایجاد نہیں کرسکتا۔ فلسفہ تو کیا بولنا تک نہیں جان
سکتا۔ اس امر کے تجربہ کئے گئے ہیں کہ اگر بچہ بعد پیدا ہونے کے علیحدہ کیا جاوے
تو وہ کچھ نہیں جان سکتا۔ جیسا کہ اکبر بادشاہ نے کیا تھا۔ بھیڑیئے کی غاروں میں جن
بچوں نے پرورش پائی وہ بھیڑیئے کی آواز ہی بول سکتے تھے کسی بغیر تعلیم پائے
شخص نے آجتک کوئی مسئلہ ایجاد نہیں کیا۔ البتہ کچھ پڑھنے کے بعد ان خیالات
میں سے چند خیالات کو ملا کر اس طرح دنیا میں پیش کیا جاتا ہے کہ نئے معلوم ہوتے
ہیں۔ فلسفہ ایجاد کسی نے نہیں کیا مصر نے یونان سے سیکھا یونان نے ہندوستان
سے اور ہندوستان کے فلسفیوں کا خود اقبال ہے کہ ہم اس کے اصول ویدوں
سے لیتے ہیں۔

نیائے (منطق) وشیشک (فلسفہ مادہ) وغیرہ سب کو دیکھو سب ہی اپنا منبع ویدوں
رکھتے ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان سے پڑھتا ہے اور وہ دوسرے کے

اسی طرح استاد ازلی ایشور ہے - اور اسی کو الہام کہتے ہیں۔ اگر انسان بلا امداد دوسرے انسان سے کچھ جان سکتا ہے تو اب ایک نوزائیدہ بچہ بھی جان سکتا مگر ایسا نہیں ہے۔ بچے وہی زبان سیکھتے ہیں جو ماں باپ سے سنتے ہیں انگلینڈ کا بچہ ہندوستانی زبان اپنے آپ نہیں سیکھتا۔ جسطرح بیج لیکر انسان درخت پیدا کرتا ہے اور اسکو ہم درخت کا پیدا کرنے والا کہتے ہیں۔ حالانکہ بلا بیج اور سامان کے وہ پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ بیج اور زمین اور پانی وہ سب چیزیں تھیں جو کہ درخت میں مہیا صرف ترکیب پا کر نئی صورت میں آگئیں ورنہ وہی پانی وہی بیج اور وہی مٹی اسی طرح انسان بیج کیطرح خیالات لیکر ان خیالات کو نئے سلسلے میں ڈھالتا ہے فی الواقع وہ بطور علت کے نئے نہیں ہوتے۔ اسی طرح وید کے فلسفے اور انسانوں کے فلسفہ میں بیج اور درخت کا سا فرق ہے۔ ویدوں میں بیج ہے ہم اس سے درخت لگاتے ہیں۔

(باقی آئندہ) رامدیال ودیارتھی

غزل

زمانہ تھا کہ ویدک دھرم سے نا آشنا ہم تھے
جو سچ پوچھو تو اصلی زندگی سے ہی جدا ہم تھے

بھلا وہ کونسا تھا عیب جس کو نہ کرتے ہم تھے
برائی کونسی تھی وہ نہ جسمیں مبتلا ہم تھے

غم و رنج و الم کو ہم نفس اپنا بنایا تھا
خوشی ناراض تھی ہم سے بہت اس سے خفا ہم تھے

برائے نام بھی شوق عبادت تھا نہیں ہم کو
عذابوں اور گناہوں میں پھنسے بے انتہا ہم تھے

پریت اور بھوت اگر ہم کو لرزاں کرتے رہتے تھے
بتوں کو پوجتے تھے اور باغی خدا سے ہم تھے

ہماری تندرستی تھی فقط تعویذ گنڈوں پر
جہالت سے عِلالت میں نہ محتاج دوا ہم تھے

اودیا نے ہمیں تھا نیست و نابود کر ڈالا
بنا کر نام اپنا بے نشاں اور لاپتہ ہم تھے

نہیں سمجھانیوالا تھا کوئی ایشور کی ہستی کا
پھنسے الحاد میں اور کفر میں صبح و مسا ہم تھے

کیا لذاتِ دنیاوی نے ہم کو تہ و بالا تھا
مصیبت جھیلتے تھے اور گرفتار بلا ہم تھے

عقیدہ [illegible] تبدیل تھا
بجائے رام لچھمن کے فدائے مصطفےٰ ہم تھے

یدھشٹر کرشن کے ناموں کو بالکل ہی بھلایا تھا
بگل ڈالا تھا ہندو قوم کو اسلام نے متروا
بہت سے مانس کھاتے تھے بہت سی مدرا پیتے تھے
نہ ماتا سیتا کے پوجنے سے ہمکو فرصت تھی
بنارس دوارکا میں ڈھونڈتے پھرتے تھے خالق کو
منو کا استری پوجا کا حکم ایسا ڈبویا تھا
جنیو توڑ کر پوجا کرنا کہ دھرم بدلا تھا
کیا تھا گرم بازار اسطرح دختر فروشی کا
ہوئے تھے دشمن جانی ہم اپنے پیارے بچوں کے
یتیموں کو نہیں اکو نت کا ولیہ بھی ملتا تھا
مٹا کر برہمچریہ تندرستی کو بگاڑا تھا
عرق اور شرابوں کی بوتلیں ہاتھوں میں رہتی تھیں
نکالا ہم اور شودر کی ویدی تھی ستوا آکر پڑی
ہمارے غرق ہونے میں تامل تھا نہیں کچھ بھی
یہانتک گم ہوئی تھی عقل اپنی ہوش کھوتے تھے
عمل دانستہ کرتے تھے منادی کی ہدایت پر
غضب تھا اینٹ پتھر پھینکتے تھے اپنے محسن پر
بھٹک کر راستہ حیران تھے کس سمت کو جائیں
رشی نے دیدئے درشن دوبارہ ہوگئے زندہ
پکڑ کر ہاتھ سوامی نے ہمیں اس سے نکالا ہے
ادھار وہ کر گیا ہے سلطنت ہمکو سچائی کی
بدولت راج انگریزی کے اب کچھ نہیں کھٹکا
شکست فاش دینگے اب تو ادیان مخالف کو

عجب بد مست عشق اولیا و انبیا ہم تھے
دہن میں اژدہا کے دیکھی اسکا گلا ہم تھے
نہایت پر گنہ ہم تھے نہایت پر خطا ہم تھے
کیا کرتے تھے سجدہ اسکی در پر جبہ سا ہم تھے
پریشاں زندگی بھر صورت باد صبا ہم تھے
کہ اپنی پیاری بیٹی کو سمجھتے نقش پا ہم تھے
رشی کل میں نہایت بے وفا اور بیحیا ہم تھے
کہ چھوٹی پتریاں بوڑھوں کو دیتے بر بلا ہم تھے
کہ انکی کمسنی میں شادیاں دیتے کرا ہم تھے
مگر غم دن میں چھ چھ مرتبہ کھاتے غذا ہم تھے
نہ قبل از وقت کیوں مرتے مریض لادوا ہم تھے
سدا ناکام صحت اور محروم شفا ہم تھے
ہمیشہ لڑکیوں کو دبی رکھتے مورکھا ہم تھے
کہ تھا منجدھار میں بیڑا بغیر ناخدا ہم تھے
جو شبہ جنتک ہمارا تھا اسے کہتے برا ہم تھے
بنے تھے دشمن مطلب عدو کے مدعا ہم تھے
جنوں اور جہل میں ہر طرح پاگل ہی سوا ہم تھے
ہر اک سے ڈھونڈتے اپنے لئے اک رہنما ہم تھے
جو دیکھا آپکو پھر شانتی پائے ذرا ہم تھے
نہیں تو ہر طرح مستغرق چاہ فنا ہم تھے
گئے وہ دن نحوست کے یہاں جب گدا ہم تھے
گیا وہ خوف جس سے پست اور بے حوصلہ ہم تھے
گئے وہ دن کہ جن وقتوں میں پامال جفا ہم تھے

جنریہ ملگئی اب تو ہے ہماری روح لاثانی
گئو بیوہ اناتھ اب مثل سابق کے نہیں گریاں
اناتھ آلہ گئو شالہ ہیں ودھوا آشرم جاری
سکھائی لذتیں اس کی ہیں آ ودیہ برہمچاری نے
سنا کر مژدہ ضبط حواس اسنے ہنسایا ہے
نبات تشنہ لب بیٹھے تھے دریا پر سبھی لیکن
برابر کے حقوق انکو خوشی سے انکو دیتی ہیں
دیوالی! آفتاب دہر کو تو یوں چھپا دیگی
بجائے روشنی اندھیر تو نے کردیا ظالم

گئے وہ دن کہ جب لقمہ بنے تیرے قضا ہم تھے
نہیں ایسے رہے اب جیسے پہلے بو قائم تھے
خبردار اس طرح کی سنسنا ہٹ سے کب بھلا ہم تھے
نہیں کچھ جانتے ہرگز تجرد کا مزا ہم تھے
بہت روز و لئے محو شیون و آہ و بکا ہم تھے
نگہہ کرتے نہ سوئے چشمہ آب بقا ہم تھے
بتاؤ دیویوں کے اسطرح کب ہم نوا ہم تھے
نہیں کچھ مطلع ہم تھے نہیں واقف ذرا ہم تھے
نہیں ایسے کسی صورت سزاوار سزا ہم تھے

ہے اے شام غم تیری خوشی میں کیا جلائیں ہم
نہیں وہ۔ دیکھیے جس مہر انور کی ضیا ہم تھے (فدا)

حبِّ وطن

افسانہ اپنا ہر اک کتنا الم بھرا ہے
قصہ ہر ایک اپنا کس مدحہ غم بھرا ہے
چرچا ہر ایک اپنا کیا کیا ستم بھرا ہے
حال اپنا درد دکھ سے اُف یکقلم بھرا ہے
مسکن ہر ایک اپنا کاشانہ محن ہے
آرام گاہ اپنا اک خانہ محن ہے
کیا کچھ نہیں ہے دیکھو مٹی خراب اپنی
اب اک خبر بھی اپنی سنتے نہیں ہیں اچھی
ہے آنکھ ڈھنی رہا ہے آہ اپنی بجلی
کیا خبر آبرو کی کیا خیر جان و جی کی
روکش ہے ذرہ ذرہ یہ ماجرا ہے اپنا
پامال زمیں سے اپنی منصب ہے برہمی کا
کیوں منتشر یہیں کڑی ہیں کیوں تھک گئے ہیں تکبیر
آتے نظر نہیں ہیں کیوں دستگیر و رہبر
کیوں اب نہیں تمام اتنے ہم کیوں ہیں اک برابر
لوٹے ہیں کیوں یہ بازو لوٹے ہیں کیوں یہ زنجیر

باعث یہی ہے اسکا الفت سے دل ہے خالی

حب وطن سے یعنی ہر آب و گل ہے خالی

مانا ہیں گھر میں بیٹھے لیکن یہی کڑھن ہے غربت سے بھی زیادہ اب حالت وطن ہے

اک ایک پھول اپنا اف دور از چمن ہے باقی نہ نسترن ہے باقی نہ اب سمن ہے

باد خزاں کے جھونکے کچھ چل رہے غضب ہیں

فصل بہار کے وہ دن ڈھل رہے غضب ہیں

وہ میل جول اپنا صد حیف اب نہیں ہے چین و شکن سے اک اک گویا بھری جبیں ہے

ہر ایک اب جدا ہے اک اک کہیں کہیں ہے بیٹھین الگ ہر اپنی اپنی جدا لبیں ہے

اک قوم تھی جو اپنی قومیں بنیں اسی کی

ذاتیں نہیں اسی کی ہے اپنی اپنی ٹکری

ان بن ہر ایک سے ہے اب انتہا کی ہم میں ہر اک ہی کشمکش ہے اُف کس بلا کی ہم میں

الگ ہی بولی ہوا ہے اپنی ہوا کی ہم میں خوبو وہ اب نہیں ہر مہر و وفا کی ہم میں

وہ دھرم اب کہاں ہے ہے چھوت چھات گھر گھر

ایشور نہیں زباں پر گنگا ہے یا ہے ہر ہر

بیشک یہی ہوا ہے حب وطن نہیں وہ اپنی روش نہیں وہ اپنا چلن نہیں وہ

اپنی زباں نہیں وہ اپنا وطن نہیں وہ جان و جگر نہیں وہ اب تن بدن نہیں وہ

ایجاد خود کو چھوڑا اوصاف خود کو چھوڑا

فیشن بدل بدلکر رشتہ وطن کا توڑا

جانا غلامیوں کو ایمان یا کہ قسمت آزادیوں کی کچھ بھی سمجھے نہ قدر و قیمت

مطلق نہ یہ نظر کی جاتی ہے سب جمیعت نا چاقیوں سے کتنی ہے اپنی فرو طاقت

ہر ہی ذرا نہ سوچا یوں اور خوار ہونگے

ایک ایک گھر کے بھی تو گھر بیشمار ہونگے

ہے الغرض وہ ہمکو حب وطن کی حاجت حب وطن کی کہدو کیسے نہ کی ہے عزت

یونان و مصر نے بھی پائی اسی سے شہرت روما سپارٹا میں تھی کیا نہ اس کی وقعت
برٹش نے بھی اسی سے کی ہے ہر اک ترقی
حب وطن ہی بہ یاں گویا ہے دلیش بھگتی
در رگھبیر سہائے

رشی دیانند کی موت کا نظارہ

نہیں کسی کو جہاں میں قیام ہے اصلا مٹے گا دست اجل سے جو ہے ہوا پیدا
سراب زندگی مستعار ہے دھوکا رہے گا کوئی یہاں پر نہ آج تک ہے رہا
یہ ساری صورتیں اک روز جلنے والی ہیں
اجل کے سانچے میں اک روز ڈھلنے والی ہے

کہاں ہیں رام بھرت شترگن چھتر لکھشمن کہاں ہیں کنبھ کرن میگھنا واجد راون
کہاں ہیں بھیم ایدھشٹر نکل کرشن ارجن کہاں ہیں بھیشم در یودھن درون کرن
اجل کے ہاتھ سے افسوس کوئی بھی نہ بچا
نشان نقش قدم تک کہیں نہیں ملتا

اسی کے ہاتھ... لیتے آج ازنت جاتے ہیں یتیم بیوہ اسی نا ترس کو روتے ہیں
تہ زمین ہزاروں کفن میں سوتے ہیں اسی کے ہاتھ سے لاکھوں ہی لعل کھوتے ہیں
یہ تاجدار کو پیوند گور کرتی ہے
یہ بیل تن کو تہ پائے مور کرتی ہے

وہ کون ہے جو نہیں اسکے جور سے نالاں وہ کون ہے جو نہیں اس کے ہاتھ سے گریاں
گدا و شاہ و صغیر و کبیر پیر و جواں ہیں اسکے دست تظلم سے سارے نالہ کناں
یہ پیر اولیا پیغمبروں کو کھاتی ہے
اس کے نام سے فقیروں کی جان جاتی ہے

ہوئے جہاں میں ایسے بھی پر شیر خدا نہ موت کر سکی جنکا کہ بال تک بیکا
دکھا سکے نہ وہاں کچھ بھی زور دست قضا اجل کو آئی اجل سامنا جو ان سے ہوا

جہاں میں شور تھا جس کی ستم شعاری کا
بتا دیا کہ تھا اک شعبدہ مداری کا

جو ایسے شخص کا قصہ تمہیں سناتا ہوں حیات و موت کا جنگ عجب دکھاتا ہوں
میں خون روتا ہوں خود آپکو رلاتا ہوں میں دردناک اک بیاں تمہیں سناتا ہوں
یہ اک بیان ہے پرماتما کے پیارے کا
جہاں کے راہ نما شردھا کے دلارے کا

یہ کل کی بات ہے تھا اک یہاں رشی آیا پلٹ دی جسنے زمانہ کی اکطرح کا یا
وہ جسے شیر بہادروں کے کاٹ کر لایا پڑے تھے جان بلب منہ میں لو ٹپکایا
وہ راہ ہوش سے بازو پکڑ نکال گیا
پڑے تھے جان بلب جان ہم میں ڈال گیا

ہم اپنے شبھ کرم سارے چھوڑ بیٹھے تھے خدا سے رشتہ الفت کو توڑ بیٹھے تھے
تمام راہ محبت کو چھوڑ بیٹھے تھے نفاق و بغض سے رشتہ کو جوڑ بیٹھے تھے
وہ نور وید مقدس دکھا گیا ہم کو
پڑے تھے خواب میں سُدھ بدھ جگا گیا ہمکو

اگر جہاں میں کچھ بے وفا بھی ہوتے ہیں ہیں کچھ رحیم تو کچھ پر جفا بھی ہوتے ہیں
جو صاف دل بھی ہیں کچھ پر دغا بھی ہوتے ہیں چمن میں گل ہیں جہاں خار پا بھی ہوتے ہیں
جہاں پہ حسن و مشک و ربا پائے جاتے ہیں
وہاں کمینے و بدخو بھی دیکھے جاتے ہیں

وہ جو کہ ہم پہ محبت سے جان دیتا تھا وہ جسنے جان و جگر ہم پہ تھا نثار کیا
وہ جس نے ہمکو دکھایا وید کا جلوہ وہ جو کہ ہمکو بتاتا تھا دھرم کا رستہ
وہ جو پلاتا تھا امرت ہمیں جلانے کو
ہزار حیف زہر پلائے ہمسے کھانیکو

زہر نے جسم میں جب جا کے خوب زور کیا تو آبلوں سے تن پاک آہ بھل اٹھا

مگر مزاج مبارک میں تھا ضبط اتنا مجال کیا کہ کہیں اُف تلک ہو لب پہ ذرا
جمال یار میں وہ ذات محو رہتے تھے
جو پوچھے کوئی تو اچھا پربھو کی کہتے تھے

علاج ڈاکٹر و وید خوب طور کیے جو کی دوا تو گیا دن بدن مرض بڑھتا
وہ کہہ بھی دیتے تھے اب آس کیا بھلا ہوگا وصال یار کا وعدہ قریب آ ہو تمہ
بچھڑے آئے تھے مدت سے جس پیارے سے
ہیں گئے آج اسی جان کے سہارے سے

کمال ضعف تھا مگر وہ اُٹھ بیٹھے زباں سے کلمہ حمد و ثنائے یار کہے
وفور جوش سے جی جاں تلک بھی پھڑ اٹھے خوشی سے چہرہ پر نور تھا پڑے دکھے
زباں پہ نام حبیب اوم اوم جاری تھا
عجیب طور کا عالم تھا بیقراری کا

پیام یار سے منتر گداز تھے گا کر ہجوم اشک محبت سے سر لبسر نہا کر
پربھو کو اپنے لگی دل کی خوب جتلا کر یہ کہہ کر لیٹ گئے آہ پاؤں پھیلا کر
دکھائی خوب حبیب من آپنے لیلا
تو پوری انت کی باری بھی ہو تری اچھا

جہاں میں آج دیانند گو نہیں جیتے نہیں ہیں اس سے اگرچہ کوئی لیسر ہوتے
مگر جہاں میں اس کے ہیں بج رہے ڈنکے مشرق تا بہ غرب اس کے آج ہیں چرچے
جنہوں نے موت کو مارا ہے ایسے ہوتے ہیں
مدام جیتے ہیں گو اک حیات کھوتے ہیں

دیا کا کوٹ تھا آنند کا خزانہ تھا وہ لا مثال تھا انسان گو خدا نہ تھا
رشی تھا دھرم کی مورت تھا بار یا نہ تھا تبلے پریم کبھو گیا وہ گیا تھا گیا نہ تھا
وہ یوگی راج تھا اور بال برہمچاری تھا
شہنشاہ وہ لنگوٹ بند بھکاری تھا

بتاؤں کیا میں شب و روز آہ جلتا ہوں غم فراق رشی در میاں میں تڑپتا ہوں
مثالِ ماہی بے آب جان دیتا ہوں مدام نقش مقدر کو اپنے روتا ہوں

کہ آہ موقعۂ دیدار مہرشی نہ ملا
دلی پریم عقیدت سے پاؤں چھو نہ سکا

ریشمی کپڑے پر وحی

پنڈت بھوجدت جی نے مباحثہ ناہن میں فرمایا تھا کہ حضرت محمد صاحب کو ریشمی کپڑے پر لکھا ہو قرآن آتا تھا اسپر مولوی ثناء اللہ امرتسری اور دیگر اہل اسلام نے اس بات کو غلط بتاتے ہوئے پنڈت جی کو چیلنج دیا کہ اگر پنڈت جی صحیح مسلم وغیرہ سے ثبوت دیں تو سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اس پر پنڈت صاحب موصوف نے بذریعہ مسافر اپنا جواب معہ ثبوت حسب ذیل دیا ہے۔

(۱) صحیح مسلم مترجمہ مولانا وحید الزمان صاحب حیدرآبادی (جن کی قابلیت اور استدلال کا دنیا لوہا مانتی ہے) مطبوعہ احمدی پریس لاہور جلد اول صفحہ ۔ ۲۶۹ (ترجمہ) یہانتک کہ یکایک آپ پر وحی اتری۔ آپ اسی حرا کی غار میں تھے کہ فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا پڑھو آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں پھر اس فرشتہ نے مجھے پکڑ کر دبوچا اتنا کہ وہ تھک گیا۔ ف۔ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ فرشتہ کون تھا۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسرافیل تھے اور یہ جو حضرت نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں اس سے یہ غرض ہے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی اور بعضوں نے کہا کہ اسی فرشتہ نے ایک صحیفہ حریر کا آپ کے ہاتھ میں دیدیا تھا جب آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں

نوٹ۔ حضرت جبرئیل حضرت محمد صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ پڑھو اگر

آیت متنازعہ کسی شے پر لکھی ہوئی نہ تھی تو محمد صاحب کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ ضرورت تقلیم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وحی بصورت حروف آئی تھی۔

(۲) مولانا رضی الدین حسن صغانی جو ماوراء النہر کے باشندے اور بگلے و بغداد کے ایک عالم شخص گذرے ہیں اور علم حدیث اور لغت میں بےنظیر استاد مانے گئے ہیں جن کی بیسیوں تصانیف موجود ہیں آپ نے نہایت محنت و مشقت اٹھا کر تمام صحیح حدیثوں کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور اس کا نام مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ رکھا ہے اس میں آپ نے نہایت احتیاط سے ضعیف حدیث کی نقل کرنے سے احتراز کیا ہے۔ چنانچہ دیکھئے صفحہ ۲۴۰ و ۲۳۹ آپ حدیث بخاری سے نزول وحی کے متعلق تمام احادیث اپنی کتاب میں حرف بحرف نقل کرتے ہیں جس کا صفحہ ۲۴۰ سے فقرہ زیر بحث نقل کرتے ہیں۔ "دو چھ مہینے ایسی حالت میں گذرے پھر سورۂ اقرا کی پانچ آیتیں حضرت جبرئیل لے آئے ریشمی کپڑے پر لکھی تھیں۔ حضرت حرف شناس نہ تھے۔ نہ پڑھ سکے۔ حضرت جبرئیل نے حضرت کو دبایا وغیرہ الخ"

(۳) منہاج النبوت ترجمہ مدارج النبوت جلد ۲ مترجمہ مولانا عبد الحق صاحب قادری دہلوی مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۱۲۴ پر درج ہے کہ جب جبرائیل وحی لیکر آنحضرت کے پاس پہونچا" تو کہا پڑھ تم یا محمد۔ حضرت نے فرمایا میں خواندہ نہیں ہوں اور پڑھنا نہیں جانتا یعنی امی ہوں کہ پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا۔ تب آغوش میں لیا مجکو وغیرہ "

(۴) اور دیکھیے صفحہ ۶۲ حدیث کی شرح کرنیوالوں نے گمان کیا ہے امی ہونے پر اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جب کہا جبرائیل نے اقرا یا محمد (پڑھ اے محمد) تب حضرت نے کہا کیا پڑھوں کہ ہرگز نہیں پڑھا ہے جبرئیل نے ایک نامہ حریر کا بہشت سے کہ وہ یاقوت سے مرصع تھا بیچ میں ... حضرت نے فرمایا کہ میں خواندہ

نہیں ہوں
اس کتاب کا صفحہ ۹ تا ۱۳، ملاحظہ فرمایئے جہاں وحی کے اقسام بتلائے ہیں۔

کیا سیتا ماں کے شکم سے پیدا نہیں ہوئی

ناظرین! مریادا پرشوتم شری رامچندر جی کی دھرم پتنی سیتا جی کے بارے میں بہت سی باتیں جو شاستر کے برخلاف عوام الناس میں مشہور ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ بھی ہے کہ سیتا دیوی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئی۔

اگرچہ رامائن میں بہت جگہ سیتا کی ماتا کا ذکر آتا ہے تاہم اس کی پیدائش بغیر والدین کے زمین سے مشہور ہو رہی ہے۔ جو دراصل تاریخی حالات کے برخلاف ہے اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے میں نے یہ مضمون معہ ثبوت پبلک کے سامنے پیش کرنے کا حوصلہ کیا ہے اگر کسی بھائی کو اس مضمون میں کوئی بات خلاف واقعہ معلوم ہو تو کرپا کر کے مجھے اطلاع دیں یا بذریعہ رسالہ ظاہر فرمائیں امید ہے کہ اس طرح آندولن کرنے سے اصلیت نکل آئے گی۔

جسطرح بالمیکی اور ادھیاتم رامائن کے برخلاف لوگوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ اہلیہ خاوند کے شاپ سے پتھر ہو گئی تھی اور رامچندر جی کی قدمبوسی سے جامہ انسانی کو حاصل کر کے سورگ کو چلی گئی۔ اسی طرح عام کے دلپر یہ بات نقش ہو چکی ہے کہ مہاراجہ رامچندر جی کی استری سیتا دیوی ماں کے شکم سے پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کی پیدائش درختوں کیطرح زمین سے ہوئی اور اس کا حقیقی بہن بھائی کوئی نہیں تھا۔ ان واہیات جھوٹے اصولوں کے پرچار سے نہ صرف پرکرتی کے اصول اور ویدک سدھانت میں باد ھا پڑتا ہے بلکہ سچے اتہاس کی جڑیں بھی کھوکھلی ہو جاتی ہیں اور ساتھ ہی آتم بل وان کی مضبوطا اور پاک بنیاد پر آریوں کی بنائی ہوئی قیمتی کتاب ایک ناول بن جاتی ہے۔ اس لئے یہاں بالمیکی۔ ادھیاتم! ور او بھت

رامائن وغیرہ سے اصلی سچی بات کا اظہار کر کے مذکورہ بالا کہاوت کو جھوٹا ثابت کیا جاتا ہے۔

دیو بانی سنسکرت کی لغات میں پیٹ سے پیدا ہوئی لڑکی کو آتم جا۔ تنیا سون۔ سوتا۔ اور جنم دینیوالی ماں کو جن یتری۔ پرسو ماتا جننی کہا گیا ہے (ملاحظہ ہو امر کوش کانڈ امنش ورگ شلوک ۲۷-۲۹) ان ہی الفاظ سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ سیتا مہاراجہ جنک اور مہارانی دھرنی کی پیدا شدہ لڑکی تھی نہ کہ اسکی پیدائش زمین سے ہوئی تھی۔ نہ وہ مہاراجہ جنک کی متبنیٰ بنائی ہوئی لڑکی تھی اسطرح مہاراجہ جنک سیتا کے جنم دینے والے باپ تھے اور مہارانی دھرنی کے شکم سے سیتا پیدا ہوئی تھی یہ صرف سیتا کی پرورش کرنے کے باعث والدین نہیں کہلاتے تھے۔

سب سے پہلے بالمیکی رامائن سے ثبوت دیتے ہیں۔

(۱) سیتا کا باپ مہاراجہ جنک خود سیتا کو سوتا کہتے ہیں جیسے۔

"جنکانام کُلے کیرتم ماہر شیتی مے ستا"

بال کانڈ سرگ ۶۷ شلوک ۶۲

(ترجمہ) ماتا پتا کے خاندان میں میری لڑکی میرے یش کو نہیں ہرے گی

(۲) بال کانڈ سرگ ۶۸ شلوک ۷

"پورب پتِ گیاو دتا ویریہ شلکا مم آتمجا"

(ترجمہ) میرا یہ وعدہ مشہور ہے کہ میری کنیا کا شلک بل ہی ہے۔

(۳) بال کانڈ سرگ ۶۸ شلوک ۸

"سیے یم مم ستا راجن" ہے راجہ میری لڑکی ہے

(۴) بال کانڈ سرگ ۷۲ شلوک ۵ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ سیتا نے خود اپنی ماں دھرنی کو اور باپ جنک کو جنم دینے والے اور چھوٹی بہن اُرملا کو چھوٹی حقیقی بہن کہا ہے۔ حقیقت اسے جس رشی کی استری آن یہ ہا نے سیتا کو پتی برت

مہرم کی ہدایت کی تھی تب سیتا نے یہ کہا تھا کہ ہے دیوی! شادی کے

موقعہ پر میری ماں نے ... ہدایت کی تھی اس کو میں نے اپنے دل پر نقش

کر لیا ہوا ہے" جیسے ایودھیا کانڈ سرگ ۱۱۸

پانی گرہن کالے چہ یت پرا اگنی سنّی دھیو انشستم جنیا مے واکیم تدپی ہر سے تھیتم

(ترجمہ) شادی کیوقت میری ماں نے اگنی کے پاس پہلے جو بات کہی تھی وہ بھی وہ ہرن کی ہے

اسی شلوک کی تفسیر کرتے ہوئے شارح لکھتا ہے کہ

ماترانو شاسن ہی امے ہردیہ گت مے واستی

(ترجمہ) ماں کی سکشا ہدایت ابھی میرے دل پر نقش ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیتا کی ماں ذی روح عورت تھی نہ کہ غیر ذی روح

زمین کیونکہ زمین میں ہدایت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

اسی طرح سیتا انسویا بھگوتی کو اپنے حالات سناتی ہوئی کہتی ہے کہ میرے

جوان ہونے پر میرے جنم دینے والے نے عہد کیا کہ ایودھیا کانڈ ۱۱۸ اشلوک ۳۰

سویم ورم تو جا کر سیامی اتی دھرمتہ (ترجمہ) میں اپنی کنیا کا سویمبر دہرم کے رو سے کرونگا

ایودھیا کانڈ ۱۱۹ شلوک ۳۰

"مم چیو انجا سا دھومی ارملا شبھ درشنا"

(ترجمہ) یہی میری لڑکی سدا چاری ارملا ہے اچھے درشنوں والی۔

اسیطرح شری رامچندر جی نے ایودھیا کانڈ سرگ ۲۸ میں۔

سیتے مہا کلینا سی بھیجی لے سیتا تو اچھے کل میں پیدا ہوئی ہے۔ کھکر جنک

کے خاندان میں اس کے پیدا ہونے کا ذکر کرکے سیتا کی عزت کی ہے۔

اور جب رامائن سرگ ۶۶ شلوک ۲ میں لکھا ہے۔" ویرنی تنیا یہ بھی مم

ستر تھیم وہر نیام۔ کرت مہ شانت چنتے وہ جیندرا"

(ترجمہ) ویرنی کی لڑکی نے پرتھوی پر جو بھاری کام کیا ہے اس کو برہمن سوچتے ہیں

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ویرنی رانی کی لڑکی نے ویرنی زمین پر قابل

گوسنا کامنہ"

تا ... وا ... جی نے ... سنہ

... آیہ

بالمیکی ر... من

فیلوشری چیت چنسک ویدا ایم ایک اپلی این با

کہ ودیہہ راج ... تالت یہ آتم جا ... وجو

یام پچکار سویم لوتم امیہ مہی سُشٹی پر...

(ترجمہ) ودیہہ نگری کا راجہ جنک میں ... پتری ہے جسکو ...

...ter of Janaka but no

...g born of the earth

... that she was

...mayana P. 190.

یعنی یہاں سیتا جنک کی ودہتا (لڑ...

کا ذکر نہیں ہے اس شلوک میں انگ... جا...

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سیتا راجہ جنک اور ان کی استری دھرنی کی پیدا

شدہ لڑکی تھی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیتا کی پیدائش زمین سے کسطرح مشہور ہو

گئی۔ میری سمجھ میں اس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) سیتا کے بھگتوں کا غلطی سے اس کو ایوجنا (نا پیدا شدہ) سمجھنا جیسا کہ ادہیاتم

رامائن شلوک ۲۵ سے ظاہر ہوتا ہے۔

رام اور کرشن وغیرہ کی عبادت کرنیوالوں نے جیسے ان کی پیدائش اور کام خلاف قدرت

بیان کئے ہیں اسیطرح سیتا کے معتقدوں نے بھی اس کی پیدائش زمین سے تسلیم کر لی

(ب) سنسکرت زبان میں زمین پر ہل سے کھنچی ہوئی لکیر کو "سیتا" کہتے ہیں اسلئے

سیتا کی پیدائش زمین سے ماننے کا ایک سبب یہ بھی ہے